بعونہ تعالیٰ

یہ مبارک رسالہ ہدایت قبالہ (جسمیں بہشتی گوہر تتمہ حصص
بہشتی زیور کے غلط مسائل کی اصلاح و تصحیح کیگئی ہے

مسمّیٰ بہ

اصلاح بہشتی گوہر

جناب مولانا مولوی حشمت علیصاحب سُنّی حنفی قادری
بریلوی نے بغرض افادۂ عام و فائدہ اہل اسلام اپنے اہتمام سے

یوسفی پریس بریلی میں چھپاکر شائع کیا

بار اول ۵۰۰ جلد   طبع ۱۳۴۲ھ   قیمت ۵ر

اِصلاح مسائل

بہشتی گوہر تتمہ حصۂ اول بہشتی زیور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حرام وہ ہی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہی اور اس کا بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہی۔ مکروہ تحریمی وہ ہی جو دلیل ظنّی سے ثابت ہو اس کا انکار کرنے والا فاسق ہی جیسے کہ واجب کا منکر فاسق ہے اور اس کا بغیر عذر ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہی ۱ **اصلاح**

سبحان اللہ یہ نئی نرالی حرام و مکروہ تحریمی کی تعریف تو آج تک نہ کسی کتاب میں دیکھی نہ کسی سے سُنی اگر دیکھی تو اس کتاب میں اور سُنی تو تھانوی صاحب کی زبانِ قلم سے جو محض غلط ہی اور غلطی بھی ایسی فحش اور کھلی کہ کسی پر ڈھکی چھپی نہیں ہر شخص ادنے سے ادنے علم والا بھی جانتا بلکہ جاہل بھی پہچانتا ہوگا کہ حرام اور مکروہ تحریمی کا مرتکب اور کرنے والا فاسق گنہگار مستحق عذابِ نار ہوتا ہی نہ چھوڑنے اور ترک کرنے والا اس سے باز رہنے والا۔ اور تھانوی صاحب حرام اور مکروہ تحریمی کے چھوڑنے اور ترک کرنے والا کو فاسق گنہگار مستحقِ عذاب بتا رہے ہیں تو اس کا عکس یعنی حرام و مکروہ تحریمی کا مرتکب مستحق ثواب ہوگا اگر تھانوی صاحب کا یہی فتویٰ ہوگا تو تمام حرام و مکروہ تحریمی کے مرتکب اور اس میں مبتلا رہنے والے زانی شرابی ڈوم مراثی خوشی کے مارے پھولے نہ سمائیں گے اور انھیں گودیں پھیلا پھیلا کر دعائیں دیں گے اور بہتیرے شیرنی چڑھانے آئیں گے اللھم احفظنا عن الغباوۃ والغوایۃ والجھالۃ وعن الذھول والزلل والضلالۃ۔

مسئلہ ۲ غلہ گاہنے کے وقت یعنی جب اس پر بیلوں کو چلاتے ہیں اگر بیل پیشاب
کردیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے یعنی غلہ اس سے ناپاک نہ ہوگا اور اگر
اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کردیں تو ناپاک ہو جائیگا اسلیے کہ
یہاں ضرورت نہیں **اصلاح** اگر غلہ گاہتے دائیں چلاتے وقت بیل پیشاب
کردیں تو غلہ ناپاک ہو جائیگا بغیر پاک کیے کھانا جائز نہ ہوگا اور اس کے پاک
کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں تصرف کیا جائے یعنی وہ شرکا میں تقسیم کرلیا جائے
یا بقدر نجس اس میں سے جدا کرکے کسی کو دیدیا جائے یا بیج ڈالا جائے یا دھو ڈالا جائے
تو کل غلہ پاک ہو جائیگا نہ باقی کو نجس کہا جائیگا اور نہ صرف شدہ کو ناپاک سمجھا جائیگا
کہ دونوں میں یقین نجاست نہ رہا اور بلا یقین نجاست کسی کو نجس نہیں کہا جاسکتا
اور جو اس میں تصرف نہ کیا گیا اور اس میں سے بقدر نجس جدا نہ کیا گیا تو وہ نجس رہیگا
نہ یہ کہ وہ بلا تصرف مذکورہ پاک و معاف ہے اور اس کی پاکی و معافی گاہنے ہی کے
وقت کے ساتھ خاص ہے دوسرے موقع پر بیلوں وغیرہ کے پیشاب کردینے سے
غلہ ناپاک ہو جائیگا قابل پاکی و معافی نہ رہیگا جیسا کہ تھانوی صاحب تحریر فرمارہے
ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے ندف اور تصرف فی البعض اور غسل بعض کو مطلقاً طرقِ
طہارت میں شمار فرمایا ہے کسی موقع و محل اور کسی شی کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے اور
غسل بعض کے ساتھ ثوب کو اور تصرف فی البعض کے ساتھ حنطہ کو اور ندف کے ساتھ
قطن کو تمثیلاً بیان کیا ہے اور دوس کی قید بوجہ کثرت وقوع لگائی گئی ہے نہ احترازاً
ورنہ دوسرے جزئیات اس پر متفرع نہ ہوتے مثلاً غسل بعض سے ثوب ہی پاک ہوتا
بدن گیہوں پاک نہ ہوتے ندف سے صرف روئی پاک ہوتی اون السی و حیل کا گھوا
پاک نہ ہوتا تصرف فی البعض سے صرف حالۃ دوس کا غلہ پاک ہوتا بیروں اور منڈیوں
میں جو غلہ کے ڈھیروں پر کتے بلیاں ٹانگ اٹھا اٹھا کر موتتے ہیں وہ سب نجس ہوتے
آگ میں جلانے یا دریا میں ڈالنے کے سوا کسی کام کے لائق نہ ہوتے کہ وہ بقول تھانوی
صاحب شرعاً پاک و معاف نہیں ہو سکتے کہ یہاں ضرورت متحقق نہیں درمختار میں ہے

وقد انھیت فی الخزائن المطہرات الی نیف وثلاثین وغیرت نظم ابن وھبان فقلت۔ تصرفہ فی البعض ندف ونزحہا + ونار وغلی وغسل بعض تقور + رد المختار میں ہے وتصرفہ فی البعض ای من نحو حنطۃ تنجس بعضہا والتصرف یعم الاکل والبیع والھبۃ والصدقۃ افادہ ح وینبغی تقیید التصرف بان یکون بمقدار ما تنجس منہا او اکثر لا اقل کما یفید ما قدمناہ فی الندف عن القہستانی میں شرح وہبانیہ میں ہے واکل وقسم وغسل بعض ونحلۃ وندف وغلی بیع بعض تقور۔ در مختار میں ہے وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ ونسی المحل مطہر لہ کما لو بال حمر علی حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضا او ذھب بھبۃ او اکل او بیع حیث یطہر الباقی وکذا الذاھب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب مجمع الانہر اور در المنتقی میں ہے ولو تنجس طرف من الثوب فنسیہ وغسل طرفا بلا تحر حکم بطہارتہ کحنطۃ بالت علیہا حمر تدوسہا فغسل بعضہا او ذھب بعضہا باکل او ھبۃ او قسمۃ طہر کلہا لاحتمال ان المغسول فی المسئلتین او الذاھب ھو المتنجس فلا یقضی ببقاء النجاسۃ بالشک خزانۃ الروایات وفتاوی عالمگیریہ میں ہے المحلوج النجس اذا ندفت ان کان الکل او النصف نجسا لا یطہر وان کان یسیرا بحیث یحتمل ان یذھب بھذا الفعل یحکم بطہارتہ کالکداس اذا تنجس فقسم بین الدھقان والعامل یحکم بطہارتہ کذا فی الخلاصۃ غنیہ شرح منیہ میں ہے تنجس طرف من الثوب فنسیہ فغسل طرفا منہ بتحر او بلا تحر طہر لان بغسل بعضہ مع ان الاصل طہارۃ الثوب وقع الشک فی قیام النجاسۃ لاحتمال کون المغسول محلہا فلا یقضی بالنجاسۃ بالشک ولو بالت الحمر علی الحنطۃ حال الدوس فذھب بعض الحنطۃ فالباقی طاھر وکذا الذاھب ایضا

لما ذکرنی المسئلۃ المتقدمۃ پس اگر بقول تھانوی صاحب حالتِ دوس ہی کا
غلہ پاک و معاف ہوگا اور کسی وقت کا ناپاک شدہ غلہ وغیرہ پاک و معاف نہ ہوگا
تو حسب ذیل جزئیات کا کیا حکم ہوگا (۱) گاہتے وقت کے علاوہ کسی اور وقت غلہ کے
ڈھیر پر کتا وغیرہ کوئی جانور موت گیا اور وہ کل میں مل گیا یا اس میں تھوڑا نجس غلہ
مل گیا اور باہم تقسیم کر لیا گیا یا مختلف آدمیوں کو دیدیا گیا یا مختلف خریداروں کے
ہاتھ بیع کر دیا گیا تو اب کس کے حصہ کو نجس اور کس کے حصہ کو پاک شمار کیا جائیگا
(۲) ایک چادر یا ٹاٹ یا دری کا ایک کونہ نجس ہوکر نامعلوم ہوگیا پھر اسے ٹکڑے کر کے
آپس میں بانٹ لیا تو اب کس کے حصہ کو نجس اور کس کے حصہ کو پاک کہا جائیگا۔
(۳) چٹائی کا بعض حصہ نجس ہوکر نامعلوم ہوگیا پھر اسے کاٹ کر مصلے بنائے تو اب
ان میں کونسا پاک اور کونسا ناپاک ہوگا (۴) روئی کے ڈھیر پر کوئی جانور موت گیا
اور وہ مخلوط ہوگئی یا تھوڑی ناپاک روئی پاک میں ملا دی گئی پھر تقسیم ہوگئی تو اب
کس کے حصہ کی پاک اور کس کے حصہ کی نجس ہوگی (۵) چند آم امرود وغیرہ کی گاڑی
یا ٹوکری میں سے نالی وغیرہ نجاست میں گر گئے اور وہ اٹھا کر اسی میں ڈالدیے گئے پھر
تقسیم ہوئی یا فروخت ہوئی تو اب کس کے حصہ کو نجس اور کس کے حصہ کو پاک کہا جائیگا
(۶) ایک ہی وضع و سائز کے بہت سے پیالے رکابیوں میں سے بعض نجس ہوگئیں یا
کہیں سے ان میں لاکر ملا دی گئیں پھر تقسیم ہوئیں یا مختلف خریداروں کے ہاتھ فروخت
ہوئیں تو کس کے پیالے رکابیاں نجس اور کس کی پاک ہونگی (۷) ایک لٹھے کا جس کا
بعض نجس نامعلوم تھا چیر کر تقسیم کر لیا تو کس کا حصہ نجس اور کس کا پاک ہوگا (۸) لکڑیوں
کے ڈھیر پر کتا موت گیا پھر وہ تقسیم یا فروخت ہوئیں تو کس کی نجس اور کس کی پاک
ہونگی (۹) اینٹوں کے ڈھیر پر کتا موت گیا پھر وہ مخلوط ہوگئیں اور تقسیم کر لی گئیں یا
متفرق جگہوں پر نصب کر دی گئیں تو کس کے حصہ اور کس جگہ کی پاک اور کس کے
حصہ اور کس جگہ کی نجس ہونگی (۱۰) بھوسہ پیال بھرے وغیرہ کے ڈھیر پر کوئی جانور
پیشاب کر گیا پھر وہ تقسیم ہوگیا تو کس کے حصہ کا نجس اور کس کے حصہ کا پاک ہوگا۔

فتلك عشرة كاملة پس یہ دس جزئیات ہیں اور انکی مثل بہت سی نکلیں گے تو ان میں کون سے حصہ کو پاک اور کون سے حصہ کو نجس کہا جائیگا یا کل نجس ہوگا اور کسی طرح پاک نہ ہوگا اگر پاک نہ ہوگا تو کیا کیا جائیگا اور اگر پاک ہوگا تو کس طرح۔

مسئلہ کافر کھانے کی شی جو بناتے ہیں اس کو اور اسی طرح ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے تاوقتیکہ اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہو

اصلاح کفار و مشرکین کی مستعمل برتنوں اور کپڑوں کو اگرچہ بلا یقین نجاست نجس نہیں کہیں گے اور انھیں بے دھوئے استعمال کر سکتے اور انسے نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ لوگ نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے ہیں لہذا اگر کوئی حرج نہو تو احتیاطاً انکے کپڑوں اور برتنوں کو بلا دھوئے استعمال نکرنا انسے نماز نہ پڑھنا چاہیے کہ موضع شک میں احتیاط افضل و لاجتناب بہتر ہے بلکہ انکے برتے ہوے برتنوں اور پہنے ہوئے دھوتی پاجامہ کو بے پاک کیے استعمال کرنا انسے نماز پڑھنا اور ایسے ہی بے نمازی کے تہبند یا پاجامہ سے نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ برتنوں کو گوبر سے مانجھتے نہیں گوبر اٹھاتی ہیں اور دھوتی پاجامہ موضع نجاست کے قریب ہوتا ہے اور یہ لوگ بعد خروج نجاست استنجا نہیں کرتے ہیں اور جو کرتے بھی ہیں تو ہم پر اکثر تو کالعدم کہ اس سے قرار واقعی ازالہ نجاست و حصول طہارت نہیں ہوتا۔ ردالمحتار میں ہے

الاخذ بما ھو الوثیقة فی موضع الشك افضل اذا لم یؤد الحرج ومن ھھنا قالوا لا باس بلبس ثیاب اھل الذمة والصلاة فیھا الا الازار والسراویل فانه تکرہ الصلاۃ فیھا لقربھا من موضع الحدث الخ منیہ شرح منیہ میں ہے تکرہ الصلاۃ فی ثیاب الفسقة لانھم لا یتقون الخمر خزانہ میں ہے فی المضمرات لا باس بالصلوۃ فی ثیاب الذمی لان الاصل فی القطن الطھارۃ ویکرہ فی سراویلھم لانھم لا یحترزون عن نجاسة المخرج بالاستنجاء۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے فی الھندیة ویکرہ الاکل والشرب فی اوانی

مسئلہ راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر نہ معلوم ہو

اصلاح اگرچہ بعض مشائخ کرام نے راستوں کے کیچڑ پانی کو جبکہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو قیاساً پاک مانا ہے لیکن امام حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے

قبول نہیں کیا یعنی پاک نہیں مانا اور صاحب حلیہ نے اسی کی تائید فرمائی اور اسی کو
اشبہ کہا جو علامۃ فتویٰ ہے اور راستوں کے کیچڑ پانی مقدار عفو سے زائد صرف ان
اشخاص کے لیے معاف ٹھرایا جو کیچڑ پانی کے دنوں میں راستوں میں زیادہ آمدورفت
رکھتے ہوں اور انھیں اس سے بچنا مشکل احتراز متعذر ہو بخلاف اُن اشخاص کے جوان
میں آمدورفت نہیں کرتے رہتے ہیں کیچڑ پانی سے بچ سکتے ہیں اور اتفاقاً انکے بدن یا کپڑے پر
وہ مقدار عفو سے زائد لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں ردالمحتار میں ہے
وقدمنا ان هذا ای (طین شارع) قاسه المشائخ علی قول محمد اخرا
بطهارة الروث والخثی ومقتضاه انه طاهر لکن لایقبله الامام الحلوانی
کما فی الخلاصة قال فی الحلیة ای لایقبل کونه طاهرا وهو متجه بل الاشبه
المنع بالقدر الفاحش منه الالمن ابتلی به بحیث یجیٔ ویذهب فی ایام
الاوحال فی بلادنا الشامیة لعدم انفکاك طرقها من النجاسة غالبا
مع عسر الاحتراز بخلاف من لایمر بها اصلا فی هذه الحالة فلا یعفی فی
حقه حتی ان هذا لایصلی فی ثوب ذالك اھ غنیہ شرح منیہ میں ہے ذکر
صاحب القنیة عن ابی نصر الدبوسی طین الشارع ومواطئ الکلاب
طاهر وقال شمس الائمة الحلوانی لایقبل هذا فینبغی ان یحمل قول ابی نصر
الدبوسی علی الضرورة فیما اذا اصابه من غیر قصده مع عسر الاحتراز
مسئلہ کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں جیسے
گوشت حلوا وغیرہ مگر نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں **اصلاح** کھانے کی
بعض چیزوں کا تو سڑنے اور بدبودار ہوجانے سے کھانا ناجائز و حرام ہوتا ہے اور بعض چیزوں
کا سڑنے اور بدبودار ہوجانے سے کھانا ناجائز و حرام نہیں ہوتا ہے جیسے گھی تیل دودھ دہی
سرکہ بلکہ دودھ کو سڑا کر ہی دہی بنایا جاتا ہے حتی کہ گرمیوں میں کئی کئی روز کا جمع ہوجانے کی وجہ
سے سونگھا نہیں جاتا اور رس کو سڑا کر ہی سرکہ بنایا جاتا ہے اور گھی تیل بھی تو بدبودار ہوجاتا ہے
اور برابر کھایا جاتا ہے نہ مضر ثابت ہوتا ہے اور نہ شرعاً ممنوع ٹھرتا ہے تو تھانوی صاحب کا مطلقاً عام حکم دینا

ہر کھانے کی سڑی ہوئی بدبودار چیز کو کھانا ناجائز بتانا کیسے صحیح مانا جائیگا، ہاں سڑی ہوئی چیز کا پاک یا ناپاک ہونا اس میں اختلاف ہے توفیق یہ ہے کہ شدید التغیر اور بہت زیادہ سڑی ہوئی چیز تو نجس ہے اور کم سڑی ہوئی پاک ہے در مختار میں ہے یحرم اکل لحم انتن لا نحو سمن قال فی رد المحتار تحته قال ح ای لانه یضر لا لانه نجس و اما نحو اللبن المنتن فلا یضر ذکرہ الشرنبلالی فی شرح کراهة الوهبانیة اھ قلت ونقل فی التاتارخانیة عن صلوٰۃ الجلابی انه اذا اشتد تغیرہ تنجس ثم نقل التوفیق بحمل الاول علی ما اذا لم یشتد ومثله فی القنیة خزانة الروایات میں ہے

مسئلہ (۶) سانپ کی کھال نجس ہے **اصلاح** تھانوی صاحب کا مطلقاً ہر سانپ کی کھال کو نجس بتانا صحیح نہیں ہے کہ ان چھوٹے سانپوں کی کھال جن میں خون نہیں مطلقاً پاک ہے حتی کہ اگر وہ کوئیں میں گر جائے تو کنواں نجس نہ ہوگا اور ان چھوٹے سانپوں کی کھال جن میں خون ہوتا ہے نجس ہے اگرچہ مدبوغہ ہی ہو کہ وہ دباغت پذیر نہیں ہوتی اور بڑے سانپوں کی کھال قبل دباغت نجس اور بعد دباغت پاک ہے کہ وہ دباغت پذیر ہوتی ہے جیسا کہ دیکھا گیا ہے در مختار میں ہے وما لا تحتملها فلا وعلیه فلا یطہر جلد حیة صغیرة قال فی رد المحتار تحته ای لها دم اما ما لا دم لها فهی طاهرة لما تقدم انها لو وقعت فی الماء لا تفسده افادہ ح۔

مسئلہ (۷) زمزم کے پانی سے بے وضو کو وضو کرنا نہ چاہیے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو اس سے غسل نہ کرے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے **اصلاح** آب زمزم سے استنجا کرنا بدن وغیرہ ناپاک چیزیں دھونا تو ضرور مکروہ ہے مگر وضو و غسل کرنا مکروہ نہیں ہے بلا کراہت جائز ہے خواہ وضو و غسل رفع حدث و جنابت کے لیے ہو یا تبرید و تنظیف و تبرک کے لیے اور یہ حکم بھی تعظیماً ہے ورنہ اصل میں تو وہ پانی ہے اور پانی سے شرعاً ازالہ نجاست حکمیہ و حقیقیہ دونوں جائز در مختار میں ہے یرفع الحدث مطلقاً (ای سواء کان اکبر او اصغر (ر د)) بماء مطلق کماء السماء و ابار وماء زمزم بلا کراهة

الطعام اذا تغیر و اشتد تغیرہ تنجس

(۶) سانپ کی کھال کا حکم

آب زمزم سے وضو و غسل و استنجا اور ناپاک چیزوں کے دھونے کا حکم

قال فی ردالمحتار تحته اشار بذلک الی فائدة التصریح به مع
دخوله فی قولهما بار وسیذکر الشارح فی آخر کتاب الحج
انه یکره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال اھ فاستفید منه ان
نفی الکراهة خاص فی رفع الحدث بخلاف الخبث المنتقی شرح ملتقی
میں ہے وتجوز الطهارة من الحدثین بالماء المطلق کماء السماء و
العین والبیر وماء زمزم بلا کراهة درمختار باب الحج میں ہے ویکره
الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال قال فی ردالمحتار تحته وکذا
ازالة النجاسة الحقیقة من ثوبه او بدنه

مسئلہ (۸) عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو و
غسل کرنا مکروہ ہے **مسئلہ** جن مقاموں پر خدا تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر
آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم اس مقام کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے
اصلاح عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی اور مقام معذب کے
پانی سے وضو اور غسل کرنا شافعیوں اور حنبلیوں کے یہاں مکروہ ہو حنفی مذہب
میں مکروہ نہیں گو مراعات خلاف کے لحاظ حنفی نہ کریں مگر کسی مذہب کی رعایت
اپنا مذہب نہیں کہلاتا جس کتاب سے تھانوی صاحب نے یہ مسئلہ اخذ کیا وہیں اسکی
بھی تصریح موجود ہی مگر دیدہ و دانستہ اپنے مذہب کو چھپانا اور غیر کے مذہب کو
بتانا خالی از علت نہیں ع تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

مسئلہ (۹) فصد کے مقام یا اور کسی عضو کو جو خون پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا ہو
اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے **اصلاح**
محض ایکبار تر کپڑے سے مقام فصد یا خون و پیپ آلودہ کو پونچھ دینا کافی
نہیں بلکہ تین بار تین کپڑوں بھیگے نکتے ہوؤں سے پونچھنا چاہیے تو غسل کے
قائم مقام ہوگا اور وہ جگہ پاک ہوگی ورنہ نہیں فتاویٰ ہندیہ میں ہے اذا مسحه
بثلاث خرقات نظاف اجزاه عن الغسل لانه یعمل عمل الغسل کذا

والفائط الشمس و القمر لکونهما ایتین عظیمتین من ایات الله شرنبلالی
حاشیہ درر میں ہے ویکره الاستقبال بعین الشمس و القمر احتراماً لهما

مسئلہ (۱۲) ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتہ معظم کا نام ہو یا کوئی آیت
یا حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا **اصلاح** پاخانہ میں ایسی چیز جن پر
آیات و احادیث و اسمائے الٰہی وغیرہ معظمات لکھے ہوں اپنے ساتھ رکھنا
مکروہ جب ہی کہ کھلے ہوئے ہوں مغلف و مستتر نہ ہوں جیسے کہ بچوں کے
گلے میں چاندی وغیرہ کی تختیوں پر اسمائے الٰہی اور آیات و حروف مقطعات
وغیرہ کھد اکر کھلے ڈالے جاتے اور انگوٹھیوں پر کھد اکر پہنے جاتے ہیں اور
اور جو ڈھکے چھپے ہوں موم جامہ یا کپڑے کے غلاف میں یا جیب میں یا چاندی وغیرہ
کے خول میں ہوں یا انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھے ہوں تو مکروہ نہیں ہاں اگر کوئی
حرج و دقت نہ ہو تو احتیاط اچھی ہے در مختار میں ہے رقیة فی غلاف متجاف
لم یکره و هکذا فی شرنبلالیة علی الدرر عن الزیلعی و قال فی رد المحتار
تحته الظاهر ان المراد بها ما یسمونه بالهیکل و الحمائل المشتمل علی
ایات القرانیة فاذا کان غلافه منفصلا عنه کالمشمع و نحوه جاز
دخول الخلاء به و مسه و حمله للجنب نفیہ شرح منیہ اور مجمع الانہر شرح
ملتقی الابحر میں ہے لو کان ما فیه شیء من القران او من اسماء الله تعالیٰ فی
جیبه لا باس به و کذا لو کان ملفوفا و التحرز اولی خزانۃ الروایات میں
ہے فی الخلاصة و لو دخل بیت الخلاء و فی جیبه حرز مکتوب علیه
القران او علیه اسم الله تعالیٰ لا باس به۔

مسئلہ (۱۳) داڑھی کا خلال کرے اور تینوں بار موہنھ دھونے کے ساتھ خلال کرے
اور تین بار سے زیادہ نہ کرے **اصلاح** گھنی داڑھی والے غیر محرم کو داڑھی میں
خلال کرنا تو ضرور مسنون ہے مگر اس طرح کہ تین بار موہنھ دھونے کے ساتھ ہر شخص خلال
کرے جیسا کہ تھانوی صاحب بتا رہے ہیں بلکہ اسکی کیفیت عامہ کتب فقہ میں اسطرح

پاخانہ میں ... چیز جس پر ... آیات و اسمائے الٰہی

داڑھی میں خلال ...

مذکور ہے کہ غیر محرم آدمی گھنی داڑھی میں تین بار مونھ دھونے کے بعد خلال کرے یعنی داڑھی میں نیچے سے ٹپکتی ہوئی انگلیاں ڈالکر اوپر کو لیجائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین بار کی قید محض اختراعی ہے یا ثلاثا کو قید تخلیل خیال کرکے تثلیث کی ٹھہرائی ہو کہ اگر اس کی کچھ اصل ہوتی تو ضرور کسی نہ کسی کتاب میں ذکر کیجاتی مراقی الفلاح میں ہے ویسن فی الاصح تخلیل اللحیۃ الکثۃ وھو قول ابی یوسف لروایۃ ابی داؤد عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل لحیتہ والتخلیل تفریق الشعر من جھۃ الاسفل الی الفوق ویکون بعد غسل الوجہ ثلاثا بکف ماء من اسفلھا لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا توضأ اخذ کفا من ماء تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ وقال ھٰذا امرنی ربی عز وجل الخ در مختار میں ہے وتخلیل اللحیۃ لغیر المحرم بعد التثلیث قال فی رد المحتار تحتہ ای تثلیث غسل الوجہ اما المحرم فمکروہ نھر وکیفیتہا ان یخلل بعد التثلیث من حیث الاسفل الی فوق حاشیہ شرنبلالی علی الدر میں ہو وتخلیل اللحیۃ ھذا فی حق غیر المحرم وقیدہ فی السراج بان یکون بماء متقاطر فی الاصابع دون اللحیۃ ویقوم مقامہا الادخال فی الماء کما فی البحر۔

مسئلہ (۱۴) قرآن مجید کے سوا اور آسمانی کتابوں میں مثل توریت وانجیل وزبور وغیرہ کے صرف اسی مقام کا چھونا مکروہ ہو جہاں لکھا ہو سوا اسکے مقام کا چھونا مکروہ نہیں اور یہی حکم قرآن مجید کی منسوخ التلاوۃ آیتوں کا ہے

اصلاح صحیح یہ ہے کہ توریت وانجیل وغیرہ کتب سماوی اور آیات قرآنیہ منسوخہ بھی حرمت میں مثل قرآن عظیم کے ہیں ناپاک وبے وضو آدمی کو مثل قرآن عظیم انھیں یا جس میں وہ لکھی ہوں اسے چھونا جائز نہیں کہ انکا منسوخ ہونا انھیں اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے سے خارج نہیں کرتا ہو اور توریت وانجیل میں جو تغیر وتبدل ہوا ہے وہ بعض غیر معین ہی اور غیر مبدل غالب ہے اور شرع مطہر کا قاعدہ ہے کہ جب محرم ومبیح جمع ہوجائیں تو محرم غالب ومقدم

ہوتا ہے لہذا ان کی تعظیم کرنا انکی حرمت نگاہ رکھنا قرآن عظیم کی طرح واجب
ہے پس اگر وہ مصحفی وکتابی شکل میں ہوں تو انھیں بلا غلاف چھونا ان کے
اوراق کی لکھی اور بے لکھی جگہ کو ہاتھ لگانا ناجائز اور جو در و دیوار وغیرہ پر لکھی ہوں
تو صرف لکھی ہوئی جگہ کو چھونا ناجائز ہے نہ سادی کو بعض کتب میں جو لکھی ہوئی
جگہ کے سوا کو چھونا جائز لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ جب وہ بشکل مصحفی و
کتابی نہ ہوں در و دیوار و الواح پر لکھی ہوں تو انکی خالی جگہ کو چھونا جائز ہو کہ سارے
در و دیوار وغیرہ کے چھونے کی ممانعت میں حرج اور حرج شرعاً مدفوع درمختار میں ہے ویمنع
قرأة قرآن ومسه ولو مكتوبا بالفارسية في الاصح الا بغلاف المنفصل
ردالمحتار میں ہے ومسه اى القرآن ولو فى لوح او درهم او حائط لكن
لا يمنع الا من مس المكتوب بخلاف المصحف فلا يجوز مس الجلد وموضع
البياض منه وقال بعضهم يجوز وهذا اقرب الى القياس والمنع اقرب
الى التعظيم كما فى البحر اى والصحيح المنع كما نذكره ومثل القرآن سائر
الكتب السماوية كما قدمناه عن القهستاني وغيره اسی میں ہے ويحرم
به اى بالاكبر وبالاصغر مس مصحف اى ما فيه آية كدرهم وجدار و
هل مس نحو التوراة كذلك ظاهر كلامهم لا الا بغلاف متجاف غير
مشرز او بصرة به يفتى ردالمحتار میں ہے قال ح لكن لا يحرم فى غير المصحف
الا المكتوب اى موضع الكتابة كذا فى باب الحيض من البحر ومسه اى
القرآن وكذا سائر الكتب السماوية قال الشيخ اسمعيل وفى المبتغى ولا يجوز
مس التوراة والانجيل والزبور وكتب التفسير اهـ وبه علم انه لا يجوز
مس القرآن المنسوخ تلاوة وان لم يسم قرآنا متعبدا بتلاوته قوله
وظاهر كلامهم لا قال فى النهر وظاهر استدلالهم بقوله تعالى
لا يمسه الا المطهرون ○ بناء على ان الجملة صفة للقرآن يقتضى
اختصاص المنع به اهـ لكن قدمنا انفا عن المبتغى انه لا يجوز وكذا

نقلہ عن القهستانی عن الذخیرة ثم قال ولیس بعد النقل
الا الرجوع الیه واستدل لا لهم بالآیة لا ینفیه بل ربما تلحق سائر
الکتب السماویة بالقرآن دلالة لاشتراک الجمع فی وجوب التعظیم
کما لا یخفی غنیہ شرح منیہ میں ہے وما بدل منه بعض غیر معین و
ما لم یبدل غالب هو واجب التعظیم والصون واذا اجتمع المحرم
والمبیح غلب المحرم۔

مسئلہ (۱۵۱) اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی
بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل
کرلے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائیگا منی گرے یا نہ گرے **اصلاح**
اس مسئلہ میں مذہب صحیح و مختار ائمہ کبار یہ ہے کہ اگر عورت جوش شہوت میں
اپنی شرمگاہ میں انگلی یا لکڑی یا ربڑ چمڑے لکڑی وغیرہ کا آلہ جو مثل ذکر بنایا گیا
ہو یا کسی جانور یا بچہ غیر مشتہی کا ذکر داخل کرے تو بغیر انزال اس پر غسل کرنا
فرض نہیں جس طرح مرد پر بہیمہ یا میتہ یا صغیرہ غیر مشتہاۃ سے وطی کرنے میں
بے انزال غسل واجب نہیں کہ اول تو یہ چیزیں آلہ جماع نہیں دوسرے قصور
شہوت تھانوی صاحب نے جو مسئلہ مذکورہ میں وجوب غسل کا حکم دیا ہے وہ
قول غیر مختار بلکہ علامہ حلبی کی رائے اور بحث ہے جسے نوح افندی نے اختیار
کیا ہے اور علامہ شامی نے اسے صاحب درمختار کے قول علی المختار کے تحت
میں یہ دکھانے کو ذکر کیا ہے کہ اس کے مقابل جو قول مختار نوح آفندی ہے وہ
دراصل علامہ حلبی کی رائے اور بحث ہے اور پھر کذا فی الامداد کہکر اسکی تائید کی
اور پھر فافہم سے اشارہ کیا کہ یہ رائے اور بحث متون و شروح کے مقابلہ
میں قابل اعتبار نہیں۔ نہ یہ کہ علامہ شامی نے اس پر جزم کیا اسکی تائید و توثیق کی
کہ انکی طرف منسوب کیا جائے درمختار میں ہے ولا عند ادخال اصبع ونحوہ
کذکر غیر آدمی وذکر خنثی ومیت وصبی لا یشتهی وما یصنع من الخشب

فی الدبر او القبل علی المختار ولا عند وطؤ بھیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتھاۃ بلا انزال لقصور الشھوۃ اما بہ فیحال علیہ مراقی الفلاح میں ہے وادخال اصبع ونحوہ کشبہ ذکر مصنوع من نحو جلد فی احد السبیلین علی المختار لقصور الشھوۃ خزانہ میں ہے فی الغیاثیۃ اذا ادخل اصبعہ فی دبرہ او المراۃ فی فرجھا لم یفسد ولو کان الاصبع مبلولا بالماء او الدھن فسد لوصول الماء والدھن باطنہ والمختار انہ لا یجب الغسل والقضاء لان الاصبع لیس بآلۃ الجماع وھو الصحیح

مسئلہ (۱۷) کسی پر غسل فرض ہے اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مردوں کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے بھی نہانا واجب ہے اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورتوں کو مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ تیمم کر لے **اصلاح** جس طرح عورت کو مرد کے اور مرد کو عورت کے سامنے ستر عورت کھولنا ننگے ہو کر نہانا دھونا استنجا کرنا ناجائز و حرام ہے اسی طرح مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے ستر عورت کھولنا ننگے ہو کر نہانا دھونا استنجا کرنا حرام ہے کہ شرعاً غسل فرض ہے اور ستر عورت بلا ضرورت شدیدہ کسی کے سامنے کھولنا حرام ہے اور جب مامور بہ اور منہی عنہ جمع ہو جائیں تو منہی عنہ مقدم اور مامور بہ متروک ہوگا اور یہاں کوئی ضرورت شدیدہ بھی نہیں کہ بے اس کے کام نہ بنے کہ اول تو ایسے موقع پر کہ جہاں آڑ نہ ہو مرد لنگی باندھ کر اور عورت کپڑے وغیرہ کی آڑ کر کر نہا سکتی ہے ثانیاً اگر یہ بھی ممکن نہ ہو مثلاً کوئی کپڑا نہ ہو جسے باندھے یا آڑ کرے تو شرعاً غسل کا خلیفہ و قائم مقام تیمم موجود و وقت ناممکن ہونے غسل کے تیمم کیا جائے اور زوال نجاست نہ ہو سکے تو مع نجاست نماز پڑھی جائے رد المحتار میں تحت قولہ علیہ غسل وثم رجال کے ہے قال فی شرح المنیۃ وھو غیر مسلم لان ترک المنھی مقدم علی فعل المامور والغسل خلف وھو

عورت یا مرد پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہ ہو تو کیا کرے

التیمم فلا یجوز کشف العورۃ لاجلہ عند من لا یجوز نظرہ الیھا بخلاف الختان وتمامہ فیہ وکذا استشکلہ فی الحلیۃ بما فی النھایۃ عن الجامع الصغیر للامام التمرتاشی عن الامام البقالی لو کان علیہ نجاسۃ لا یمکن غسلھا الا باظھار عورتہ یصلی معھا لان اظھارھا منھی عنہ والغسل مامور بہ واذا اجتمعا کان النھی اولی اھ...

اصلاح مسائل تتمہ حصہ دوم

مسئلہ (۱۷) مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ ہے ہاں جمعہ کی اذان کا مسجد کے اندر ممبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمامی شہروں میں معمول ہے مراقی الفلاح۔

مسجد کے اندر اذان جمعہ وغیرہ کا حکم

اصلاح کتب فقہ میں مطلقاً لا یؤذن فی المسجد مذکور ہے یعنی مسجد میں اذان نہ کہی جائے جس میں اذان پنجوقتہ وجمعہ وخطبہ سب داخل ہیں کسی کی خصوصیت نہیں ہے کہ فلاں اذان مسجد کے باہر ہو اور فلاں مسجد کے اندر تھانوی صاحب کی کتاب محولہ میں کہیں یہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ کسی فقہ کی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ اذان ثانی جمعہ مسجد کے اندر ہو بلکہ تھانوی صاحب کا قول (بلکہ تمامی شہروں میں معمول ہے) خود اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ اذان ثانی جمعہ کو مسجد کے اندر لوگوں نے رائج کر رکھا ہے وہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے اور لوگوں کا بے اصل ایک امر کو رائج ومعمول کر لینا حجت نہیں خصوصاً جبکہ صراحۃً سنت کے خلاف اور منقول کے معارض ہو لہذا اذان ثانی جمعہ خطیب کے سامنے مسجد کے باہر دروازہ مسجد پر ہونا چاہیے جیسا کہ حدیث ابی داؤد میں آیا ہے کہ کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر۔ یعنی جب حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ فرمانے کو منبر پر رونق افروز ہوتے تو حضور کے سامنے دروازہ مسجد پر

اذان ہوتی اور زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوتی تھی۔ تفسیر سراج المنیر میں تحت آیۂ اذا نودی للصلوٰۃ بھی یونہی مذکور ہے اور زیادہ تحقیق و تفصیل اسکی رسائل اذان ثانی جمعہ مصنفہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ میں ہے فانظرہم۔

مسئلہ (۱۸) اذان کا کھڑے ہوکر کہنا اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہیے ہاں اگر سوار ہو یا اذان صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ **اصلاح** سوار کو سواری پر اذان کہنا صرف حالتِ سفر میں جائز ہے نہ حالتِ حضر و قیام میں کہ مقیم کو شہر میں سواری پر اذان کہنا مکروہ ہے اس کا اعادہ کرنا چاہیے اگرچہ اپنے نفس کے لیے ہو ردالمحتار میں ہو ویکرہ الاذان راکبا فی الحضر فی ظاہر الروایۃ درمختار میں ہے ویکرہ اذان قاعد الا اذا اذن لنفسہ وراکب الا مسافر ہندیہ میں ہے والمسافر اذا اذن راکبا لا یکرہ وفی الحضر یکرہ ان یؤذن راکبا فی ظاہر الروایۃ کذا فی محیط السرخسی۔

مسئلہ (۱۹) آمین کے الف کو بڑھا کر پڑھنا چاہیے **اصلاح** آمین کہنا مسنون ہے اور سنت آمین کے الف کو بڑھا کر پڑھنے میں بھی حاصل ہے اور بے بڑھائے پڑھنے میں بھی حاصل ہے اور امالہ کے ساتھ پڑھنے میں بھی حاصل ہے تو پھر بڑھا کر پڑھنے کی وجہ تخصیص اسی لیے عام کتب فقہ میں وامن بلا قید مد و قصر مذکور ہوا ہے ورنہ مطلقاً مذکور نہ ہوتا درمختار میں ہے وامن بمد و قصر و امالۃ ولا تفسد بمد مع تشدید قال فی ردالمحتار تحتہ اشار بہ الی ان الکلام فی نفی الفساد لا فی تحصیل السنۃ فان السنۃ لا تحصل الا بالثلثۃ الاول افادہ ط۔

مسئلہ (۲۰) اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشا کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشا کی نماز پڑھ لے پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس درمیان

فرض جماعت سے نہ پڑھنے والے کو وتر جماعت سے پڑھنے کا حکم

میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہوجائیں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھ لے **اصلاح** درمختار و صغیری میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ فرض جماعت سے نہ پڑھنے والا وتر جماعت سے پڑھے بلکہ اس میں یہ لکھا ہے فصلیہ وحدہ۔ یصلیہا معہ ولو لم یصلیہا ای التراویح مع الامام اوصلیہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ یعنی اکیلے فرض پڑھنے والا تراویح امام کے ساتھ پڑھے اور امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے والے کو یا غیر امام کے ساتھ تراویح پڑھنے والے کو امام کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہے بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں اسی قول درمختار کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں ثم رأیت القہستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ المصنف ثم قال لکنہ اذا لم یصلی الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر اھ فقولہ ولو لم یصلیہا ای وقد صلی الفرض معہ یعنی پھر میں نے قہستانی کو دیکھا کہ اس میں بعد ذکر تصحیح قول مصنف کہا ہے کہ جس نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر بھی امام کے ساتھ نہ پڑھے یونہی علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں اذا لم یصلی الفرض مع الامام فعن الائمۃ الکرابیسی انہ لا یتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر یعنی ائمہ کرابیسی سے روایت ہے کہ جس نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ نہ تراویح امام کے ساتھ پڑھے اور نہ وتر امام کے ساتھ پڑھے مگر صحیح وہی ہے جو درمختار و قہستانی سے گزرا کہ فرض جماعت سے نہ پڑھنے والا تراویح جماعت سے پڑھے اور وتر جماعت سے نہ پڑھے چنانچہ غنیہ میں ابھی عبارت مذکورہ کے آگے اسکی تصحیح کی گئی اور مسئلہ وتر سے تعرض نہ کیا جس سے ظاہر کہ فرض جماعت سے امام کے ساتھ نہ پڑھنے والا وتر جماعت سے امام کے ساتھ نہ پڑھے تراویح پڑھے مگر تھا تو صاحب نے وتروں کو بھی تراویح کی طرح جانکر کہدیا کہ وتر جماعت سے پڑھے حالانکہ یہ حکم نہ درمختار میں ہے نہ صغیری میں۔

مسئلہ (۲۱) نماز کسوف میں وہ سب شرطیں معتبر ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں

سوائے خطبہ کے **اصلاح** صحت نماز کسوف کے لیے شرائط جمعہ ضروری نہیں ہیں اگر ضروری ہوتے تو بغیر انکے نماز کسوف صحیح نہ ہوتی حالانکہ بغیر انکے بھی نماز کسوف صحیح ہے مثلاً صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور نمازِ کسوف کے لیے مصر شرط نہیں کہ گاؤں میں بھی ہوتی ہے اور جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے تنہا صحیح نہیں اور نماز کسوف اکیلے بلا جماعت بھی صحیح اور نماز جمعہ کے لیے سلطان یا نائب سلطان یا جسے وہ اذن دے ہونا شرط ہے اور نماز کسوف کیلیے ان لوگوں کا ہونا شرط نہیں مستحب ہے یہ نہ ہوں تو بھی نماز کسوف صحیح وعلیٰ ہذا القیاس لہذا نماز کسوف کے لیے شرائط جمعہ شرط گردانے کو صاحب بحر وغیرہ نے رد کر دیا ہے درمختار میں ہے یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب مافی السراج لابد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ردہ فی البحر قال فی رد المحتار تحت قولہ ردہ فی البحر ای بتصریح الاسبیجابی بانہ یستحب فیہا ثلاثۃ اشیاء الامام والوقت ای الذی یباح فیہ التطوع والموضع ای مصلی العید او المسجد الجامع اھ وقولہ الامام ای الذی قبلہ وحاصلہ انہا تصح بالجماعۃ وبدونہا والمستحب الاول لکن اذا صلیت بجماعۃ لا یقیمہا الا السلطان ومأذونہ کما مر انہ ظاہر الروایۃ وکون الجماعۃ مستحبۃ فیہ رد علی مافی السراج من جعلہا شرطا کصلاۃ الجمعۃ درمختار میں ہے وان لم یحضر الامام الجمعۃ صلی الناس فرادی اھ والنساء یصلینہا فرادی کما فی الاحکام عن البرجندی فی منازلہم او فی مساجدہم۔

مسئلہ (۲۳) سجدے کے مقام کو پیروں کی جگہ سے آدھ گز سے زیادہ اونچا نہ ہونا چاہیے اگر آدھ گز سے زیادہ اونچے مقام پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں **اصلاح** نہ معلوم اس مسئلہ میں تھانوی صاحب نے کونسا گز مراد لیا ہے اگر گز سے آجکل کا عام مستعمل گز مراد ہے تب تو مسئلہ محض غلط ہے کہ آجکل کے عام مستعمل گز کے حساب سے آدھ گز اونچی زمین پر سجدہ کرنا صحیح نہیں کہ شرعاً

زیادہ سے زیادہ بارہ اُنگل اونچی زمین پر سجدہ کرنا صحیح ہے اس سے زیادہ اونچائی پر سجدہ کرنا صحیح نہیں۔ اور جو اس سے شرعی کرباسی گز مراد ہے جو قریب ایک ہاتھ یا دو بالشت کے ہوتا ہے تو مسئلہ صحیح ہے مگر عوام کے سمجھانے اور اشتباہ رفع کرنے کے لیے اسے تفصیل کے ساتھ بتانا ضروری تھا کہ جو شخص مسئلہ دیکھے گا وہ آجکل کا عام مستعمل ۱۶ گرہ والا گز سمجھے گا اور بوقت ضرورت اسی سے سجدہ کی جگہ ناپ کر دیکھے گا اور آدھ گز رکھے گا جو درحقیقت کرباسی گز سے ایک گز ہوگی اور جو اسقدر اونچائی پر سجدہ کریگا اسکی نماز غارت ہوگی لہذا عام فہم صحیح مسئلہ یوں ہونا چاہیے کہ سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے بارہ اُنگل سے زائد اونچی نہ ہونا چاہیے ورنہ سجدہ صحیح نہ ہوگا نماز جائز نہ ہوگی اور بارہ اُنگل اونچائی پر بھی سجدہ کرنا جائز بکراہت ہے جہانتک ہوسکے کراہت سے بچنے کو اونچی جگہ پر سجدہ نہ کرے اور مجبوری کی حالت میں کرے غنیہ شرح منیہ و درمختار میں ہے ولوکان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمة والمراد لبنة بخاری وهی ربع ذراع عرض ستة اصابع فمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثنتا عشرة اصبعا قال فی رد المحتار تحت قوله جاز سجودہ الظاهر انه مع الکراهة لمخالفته للماثور من فعله صلی اللہ علیه وسلم وربع ذراع مقدار بعرض ستة اصابع مضموم بعضها الی بعض لا بطولها۔ والمراد بالذراع ذراع الکرباس وهو ذراع الید شبران تقریبا کما قررناه فی بحث المیاه

مسئلہ (۲۳) منفرد اگر فجر مغرب عشا کی قضا دن میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قرأت کرنا واجب ہے اگر رات کو قضا پڑھے تو اسے اختیار ہے

اصلاح مذہب صحیح درمختار میں منفرد کو فجر و مغرب و عشا کی قضا میں اگرچہ

خلاف وقت ہوں آہستہ قرأت پڑھنا واجب نہیں ہی بلکہ ان میں بھی اختیار ہے
چاہے آہستہ پڑھے یا آواز سے جس طرح اُن کی ادا میں اسے اختیار تھا بلکہ ان
اوقات کی قضا میں منفرد کو قرأۃ آواز سے پڑھنا افضل ہی تا کہ قضا بشکل ادا
معلوم ہو یہی صحیح ہے اور اسی کو امام فخر الاسلام و امام تمرتاشی و شمس الائمہ و
امام محبوبی وغیرہ ایک جماعت ائمۂ کرام و علمائے اعلام نے اختیار فرمایا ہی
اور امام فقیہ النفس قاضی خاں اور صاحب کافی و ذخیرہ و محیط و نہر و غایۃ البیان
و فتح القدیر و نہایۃ و درر و غرر وغیرہ کتب معتمدہ مذہب نے اسکی تصحیح فرمائی اور
تھانوی صاحب کے قول کو جو ہدایہ میں اخذ کیا گیا ہی رد کیا اور غیر صحیح و غیر معتمد
بتایا لہٰذا وہ قابل عمل نہیں۔ ردّ المحتار میں خزائن سے ہی ھذا ما صححہ
فی الھدایۃ ولم یوافق علیہ بل تعقبہ فی الغایۃ ونظر فیہ فی الفتح وبحث
فیہ فی النھایۃ وحرر خسرو انہ لیس بصحیح روایۃ ولا درایۃ وقد اختار
شمس الائمۃ و فخر الاسلام والامام التمرتاشی وجماعۃ من المتاخرین
ان القضاء کالاداء قال قاضی خان ھو الصحیح وفی الذخیرۃ
والکافی والنھر ھو الاصح وفی الشرنبلالیۃ انہ الذی ینبغی ان یعول
علیہ وذکر وجھہ اھ واجیب عن استدلال الھدایۃ بمنع الحصر لجواز
ان یکون للجھر المخیر سبب اخر وھو موافقۃ الاداء اھ درمختار میں بعد ذکر
قول ہدایہ ہی لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا تخییرہ کمن سبق برکعۃ من
الجمعۃ فقام یقضیھا یخیر درر شرح غرر میں ہے قیل یخافت المنفرد ان قضی
الجھریۃ وقیل یخیر فی الکافی من قضی العشاء نھارا ان ام جھر و اذا کان
وحدہ خیر والجھر افضل لیکون القضاء علی حسب الاداء قال
صاحب النھایۃ قول المصنف (ھدایۃ) ھو الصحیح مخالف لما ذکرہ
شمس الائمۃ السرخسی و فخر الاسلام وقاضی خان والامام التمرتاشی
والامام المحبوبی فی شروحھم للجامع الصغیر (الی ان قال) فظھر انہ

لیس بصحیح روایۃ ولا درایۃ ایضا ولذا اختارہ صاحب الکافی اسکے تحت شرنبلالیہ میں ہے ای اختار التخییر لمن قضی العشاء نہارا والجہر افضل والاکثر موافق لما فی الکافی واطال ورد علی الہدایۃ الی ان قال) فبہذا ینبغی ان لا یعول الا علی ما قالہ الکافی کغیرہ۔ فتاوی عالمگیری میں ہے والمنفرد اذا قضی ہذہ الصلوات ففی الجہر فیما یجہر اختلاف المشائخ والاصح ان الجہر افضل کذا فی المحیط وہکذا فی الکافی وہو اختیار شمس الائمۃ وفخر الاسلام وجماعۃ من المتاخرین وقال قاضی خان ہو الصحیح وفی الذخیرۃ ہو الاصح کذا فی التبیین مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے وخیر المنفرد فی الفرض الجہری ان کان فی وقتہ قید بقولہ کان فی وقتہ لان المنفرد اذا قضی الجہریۃ یخافت ولا یتخیر قال صاحب الہدایۃ ونقل عبارتہ الی ان قال لکن ہذا الحصر ممنوع لجواز ان یکون للجہر سبب آخر وہو موافقۃ الاداء کما اختار شمس الائمۃ وفخر الاسلام وجماعۃ من المتاخرین فی الخانیۃ ہو الصحیح وفی الذخیرۃ ہو الاصح۔ در المنتقی شرح ملتقی میں ہے ویخفیان حتما فیما سوی ذلک یشمل القضاء وہو ما صححہ صاحب الہدایۃ لکن الاصح فی الکافی وغیرہ ان الجہر افضل لانہ یحکی الاداء

مسئلہ (۲۴) (عذر ترک جماعت) اندھیری رات ہو کر راستہ نہ دکھائی دیتا ہو لیکن اگر روشنی کا سامان خدا نے دیا ہو تو جماعت نہ چھوڑنی چاہیے۔

اصلاح ہمارے فقہائے کرام نے اعذار ترک جماعت میں تاریکی کو مطلقاً شمار فرمایا ہے روشنی کی استطاعت و عدم استطاعت کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے تصریح فرما دی ہے کہ اگرچہ روشنی کی اسے استطاعت ہو جب بھی اس سے چراغ جلا کر مسجد جانے کو نہ کہا جائیگا اور اس پر یہ تکلیف نہ دی جائیگی بس تھانوی صاحب کا اسے عدم استطاعت روشنی کے ساتھ مقید کرنا اور یہ کہنا کہ روشنی کی طاقت ہو تو جماعت نہ چھوڑے صریح خلاف

تصریحات فقہائے کرام ہے رد المحتار میں ہو والظاہر انہ لا یکلف الی الابعاد نحو سراج وان امکنہ ذلک۔

مسئلہ (۲۵) (عذر ترک جماعت) سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائیگی اور قافلہ نکل جائیگا **اصلاح** ہاں اعذار ترک جماعت میں سے ایک عذر سفر قافلہ بھی ہے یعنی اگر کوئی شخص قافلہ کے ساتھ سفر کو جا رہا ہو اور مسجد میں جماعت کے لیے تکبیر کہی گئی ہو تو جماعت چھوڑ دے اور قافلہ کے ساتھ سفر کو چلا جائے کہ اگر یہ جماعت میں شریک ہوگا تو قافلہ چلا جائیگا یہ اکیلا رہ جائیگا مقصد کو تنہا نہ پائیگا اور جو اکیلا سفر کر سکتا ہو یا تنہا سفر کو جا رہا ہو اور جماعت قائم ہو تو جماعت چھوڑ کر نہ جائے ورنہ گنہگار ہوگا کہ اس وقت سفر میں خود مختار ہے جب چاہے جائے یہی حکم سردار قافلہ کا ہے کہ وہ بھی ایسے وقت جماعت چھوڑ کر نہ جائے کہ بے اس کے قافلہ نہیں جا سکتا اور یہ حکم بھی وقت اقامت جماعت سفر کو جانے کا ہے نہ اس سے پہلے یا بعد کو جانے کا کہ اگر کوئی جماعت قائم ہونے سے پہلے سفر کو چلا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو وقت میں گنجائش ہو تو جماعت سے پڑھ کر جانا بہت بہتر ہے رد المحتار میں ہے وارادۃ سفر ای واقیمت الصلاۃ ویخشی ان تفوتہ القافلۃ نحر واما السفر لنفسہ فلیس بعذر کما فی القنیۃ اور ریل کا سفر بھی سفر لنفسہ ہے اسے سفر قافلہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ (۲۶) تراویح میں جماعت سنت مؤکدہ ہے اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو **اصلاح** صحیح یہ ہے کہ تراویح میں جماعت سنت مؤکدہ نہیں ہے کہ جس کا بلا عذر ترک کرنے والا تعول تھانوی صاحب فاسق گنہگار محروم الشفاعۃ ہوتا ہو کہ اگر سنت مؤکدہ ہوتی تو بعض صحابہ کرام سے اس کا ترک متحقق نہ ہوتا اور فقہائے کرام اس کے تارک کو فاسق گنہگار تحریر فرماتے حالانکہ وہ اس کے تارک کو تارک فضل جماعت تحریر فرماتے ہیں نہ تارک سنت و گنہگار تو معلوم ہوا کہ

تراویح میں جماعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت کفایہ ہو کہ اگر تمام اہل محلہ
ترک کریں اور جدا جدا پڑھیں تو سب گنہگار اور جو بعض جماعت سے پڑھیں
اور بعض جدا جدا تو یہ جدا جدا پڑھنے والے تارک فضل جماعت ہونگے نہ تارکِ
سنت و گنہگار مجمع الانہر میں ہے اقامتها بالجماعة سنة فمن ترك التراويح
بجماعة وصلاها في البيت فقد اساء عند بعضهم فالصحيح ان اقامتها
بالجماعة سنة على وجه الكفاية حتى لو ترك اهل المسجد كلهم
الجماعة اساؤوا واثموا ولو اقامها البعض فالمتخلف عنها تارك الفضيلة
فتاوی ہندیہ میں ہے ونفس التراويح سنة على الاعيان والجماعة
سنة كفاية كذا في التبيين وهو الصحيح كذا في محيط السرخسي
فلو ترك اهل المسجد كلهم الجماعة فقد اساؤوا واثموا وان تخلف
واحد من الناس وصليها في بيته فقد ترك الفضيلة ولا يكون
مسيئا ولا تاركا للسنة درر المنتقی میں ہے التراويح سنة موكدة والجماعة
على الكفاية في الاصح حتى لو تركها اهل مسجد واثموا لا ان ترك
البعض درر وغرر میں ہے والجماعة فيها اى التراويح سنة على الكفاية
حتى لو ترك اهل مسجد اساؤوا ولو اقامها البعض فالمتخلف
تارك للفضيلة ولم يكن مسيئا اذ قد تخلف بعض الاصحاب
غنیہ شرح منیہ میں ہے والجماعة فيها سنة على سبيل الكفاية حتى
لو ترك اهل محلة كلهم الجماعة وصلوا في بيوتهم فقد تركوا
السنة وقد اساؤوا في ذلك وان اقيمت التراويح في المسجد
بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد
ترك الفضيلة لا السنة قال في المبسوط لو صلى انسان في بيته
لا ياثم فقد فعله ابن عمر وسالم والقاسم وابرهيم ونافع فدل
فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية

اذلا یظن بابن عمرو من معه ترک السنة وهذا هو الصواب۔
درمختار میں ہے والجماعة فیها سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها
اهل مسجد اثموا الا لو ترکها بعضهم رد المحتار میں اسکے تحت ہو افادانها
اصل التراویح سنة عین فلو ترکها واحد کره بخلاف صلاتها
بالجماعة فانها سنة کفایة فلو ترکها الکل اساؤا اما لو تخلف عنها
رجل من افراد الناس وصلی فی بیته فقد ترک الفضیلة وقیل سنة
عین وقیل تستحب فی البیت والصحیح قول الجمهور انها سنة کفایة
وتمامه فی البحر۔

مسئلہ (۲۸۱) نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مقتدی ہو اور وہ امام کی دہنے
جانب کھڑا ہو اس کے بعد اور مقتدی آ گئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ
آئے اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہیے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر ناوانی سے
وہ امام کے دہنے یا بائیں کھڑے ہو جائیں تو امام کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے
اصلاح اس مسئلہ میں امام کا آگے بڑھنا یا مقتدی کا پیچھے ہٹنا ہٹانا جب ہے
کہ ایسا ہو سکے مثلاً امام و مقتدی حالت قیام میں ہوں اور جو امام کا آگے بڑھنا
یا مقتدی کا پیچھے ہٹنا ہٹانا ممکن نہ ہو مثلاً امام و مقتدی رکوع یا سجدہ یا تشہد
میں ہوں تو ایسا نہ کرنا چاہیے اور آنے والے کو نیت کر کے امام کی بائیں طرف
شریک ہو جانا چاہیے کہ اگر رکوع سے اٹھنے کا انتظار کریگا تو رکعت جائیگی اور
تشہد سے اٹھنے کے انتظار میں نماز ختم ہو جائیگی جماعت ہاتھ سے جائیگی اگر آخری
تشہد ہو ہاں اگر سجدہ یا تشہد اولیٰ ہو تو اٹھنے تک انتظار میں حرج نہیں۔
رد المحتار میں طریقہ ہٹنے ہٹانے آگے بڑھنے کے بعد ہو وهذا کله عند
الامکان والا تعین الممکن والظاهر ان هذا اذا لم یکن فی القعدة
الاخیرة والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولا تقدم ولا تأخر

مسئلہ (۲۸۲) ظہر و جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگیں تو راجح

ہے کہ اس کو پوری کرلے **اصلاح** اس مسئلہ میں دو قول ہیں اول یہ کہ
اگر سنن جمعہ وظہر شروع کرنے کے بعد فرض یا خطبہ ہونے لگے تو پوری چاروں
رکعتیں پڑھے اور دوم یہ کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے قول اول کو صاحب درمختار
وغیرہ نے راجح کہا ہے اور ولوالجی وصاحب مبتغی ومحیط وشمنی وغیرہ نے اس کی
تصحیح کی ہے اور قول ثانی کو محقق امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی اور امام
صاحب سے نوادر میں اسے مروی بتلایا اور امام سرخسی وامام بقالی ومقدسی نے
اسکی طرف میل فرمایا اور قاضی نسفی وسغدی نے اس کی طرف رجوع کیا اور ہدایہ وملتقی
ونور الایضاح ومواہب ودرر وفیض وبرہان وغیرہ کتب مذہب میں اسکی اختیار
کیا اور صاحب حلیہ ورد المحتار نے اسی کی تاکید وتوثیق فرمائی اور موافق ظاہر الروایۃ فی قطع
النوافل بتایا اور فتاوی عالمگیری میں امام ابو یوسف سے اسے مروی بتایا لہذا ترجیح
امام ابن ہمام غیر مرجوح ہوگی اور قول ثانی پر عمل کیا جائیگا اور دو رکعت پڑھکر سلام
پھیرنے اور فرض میں شریک ہونے یا خطبہ سننے کا حکم دیا جائیگا کہ اسی طرح صاحب
مذہب سے مروی ہے اور چاروں رکعتیں پوری پڑھنے میں استماع وانصات واجب کا ایا
بعضاً فوت ہوتا ہے اور بعض اوقات جماعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے ردالمحتار
میں ہے قال الکمال وقیل یقطع علی راس الرکعتین وھو الراجح لانہ
یتمکن من قضائہا بعد الفرض ولا ابطال فی التسلیم علی الرکعتین
فلا یفوت فرض الاستماع والاداء علی وجہ الاکمل بلا سبب اھ
اقول وظاھر الھدایۃ اختیارہ وعلیہ مشی فی الملتقی ونور الایضاح
والمواھب فی جمعۃ الدرر والفیض وعزاہ فی الشرنبلالیۃ الی
البرھان وذکر فی البحر انہ حکی عن سغدی انہ رجع الیہ لما راہ
فی النوادر عن ابی حنیفۃ وانہ مال الیہ السرخسی والبقالی و
فی البزازیۃ انہ رجع الیہ القاضی النسفی وظاھر کلام المقدسی
المیل الیہ ونقل فی الحلیۃ کلام شیخہ الکمال ثم [illegible] اقال

تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اس کے عکس میں یعنی مرد کے اونچی جگہ اور عورت کے نیچی جگہ کھڑے ہونے اور عورت کا سر مرد کے کسی عضو کے محاذی ہونے سے نماز فاسد نہ ہوگی یونہی اگر عورت مرد کے پیچھے کھڑی ہو کہ سجدہ کرتے وقت عورت کا سر مرد کے قدم کے محاذی ہو جائے یا صرف عورت کا قدم مرد کے قدم کے پیچھے ہو اور سجدہ کرتے میں تمام جسم عورت کا مرد کے تمام جسم کے محاذی ہو جائے سوائے ٹخنے و پنڈلی کے تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی درمختار و ردالمحتار و منتقی شرح ملتقی و مجمع الانہر و درر شرح غرر وغیرہ میں زیلعی سے ہے والمعتبر فی المحاذات الساق والکعب علی الصحیح قال فی رد المحتار وظاهر کلام الزیلعی انه لیس فی المسئلة قول ثالث والا لذکره بل المراد بالعضو من المراة قدمها و من الرجل ای عضو کان علی ما صرح به فی النهایة فان محاذاة غیر قدمها لشیئ من الرجل لا یوجب فساد صلوته نص علی هذا فی فتاوی الامام قاضیخان وقال المراة اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج جازت صلوتهما بالجماعة وان کان قدماها خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع راس المراة فی السجود قبل راس الزوج جازت صلوتهما لان العبرة للقدم ونقله فی السراج واقره وفی القهستانی المحاذات ان تساوی قدم المراة شیأ من اعضاء الرجل فالقدم ماخوذ فی مفهومه علی ما نقل عن المطرزی فمساواة غیر قدمها بعضوه غیر مفسدة ام فقد ثبت وجود المحاذات بالقدم فی مسئلة الظلة وانه لو اقتدت به متاخرة عنه بقدمها صحت صلوتهما وان لزم منه محاذاة بعض اعضائها لبعض منه او غیره فی حالت الرکوع او السجود لان المانع لیس محاذاة ای عضو منها لای عضو منه ولا محاذاة قدمه لای عضو منها بل المانع محاذاة قدمها فقط لای عضو منه مراقی الفلاح میں ہے

ومحاذاة المشتهاة بساقها وكعبها فى الاصح۔

مسئلہ (۳۲) اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہے تو حالتِ نماز میں اس سے مزاحمت کرنا اور اس کو اس فعل سے باز رکھنا جائز ہے **اصلاح** نمازی کو نماز پڑھنے میں سجدے کی جگہ کے اندر سے نکلنے والے کو صرف سر یا آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے یا تسبیح وقراءۃ کی آواز سے دفع کرنے نکلنے سے باز رکھنے کی تو شرعاً اجازت ورخصت ہے اور اس کا ترک یعنی ہاتھ وغیرہ کے اشارے تسبیح وغیرہ کی آواز سے نکلنے والے کو دفع نہ کرنا نکلنے سے باز نہ رکھنا خاموش وچپکا رہنا بہتر وافضل ہے، اور اشارہ وتسبیح دونوں کے ذریعہ سے اسے دفع کرنا ممنوع ومکروہ ہے اور اس طرح کے سوا اس کو کسی اور طرح سے دفع کرنا اس سے مخاصمت ومزاحمت کرنا جیسا کہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں مثلاً ہاتھ سے مارنا دھکیلنا کپڑا پکڑ کر کھینچنا گھسیٹنا زبان سے منع کرنا جائز نہیں بلکہ اگر ایسا کریگا تو نماز فاسد وباطل ہوگی اور اور گنہگار ہوگا مراقی الفلاح میں ہے والمستحب ترك دفع المار لان مبنى الصلوة على السكون والامر بالدرء فى الحديث لبيان الرخصة كالامر بقتل الاسودين فى الصلوة ورخص دفعه بالاشارة او بالتسبيح وكره الجمع بينهما ويدفعه برفع الصوت بالقراءة ولا يقاتل المار وما ورد به مؤول بانه كان جواز مقاتلته فى ابتداء الاسلام والعمل المنافى للصلوة مباحا فيها اذ ذاك وقد نسخ بما قدمناه درمختار میں ہے ويدفعه بتسبيح او جهر بقراءة او اشارة ولا يزاد عليها عندنا قهستانى وبها فانه يكره۔ وهو رخصة فتركه افضل بدائع قال فى رد المحتار تحت قوله ولا يزاد عليها اى على الاشارة بما ذكر فلا يدرأه باخذ الثوب ولا بالضرب الوجيع كما فى القهستانى عن التمرتاشى ويوخذ منه فساد الصلوة لو بعمل كثير بل قولهم ولا يزاد على الاشارة صريح فى ان الرخصة هى الاشارة وان المقاتلة غير ماذون بها اصلا

فائدہ سامنے سے نکلنے والے سے مزاحمت کرنے کا حکم

واما الامر بها فی حدیث فلیقاتله فانه شیطان فهو منسوخ
لما فی الزیلعی عن السرخسی ان الامر بها محمول علی الابتداء حین
کان العمل فی الصلاة مباحا مجمع الانہر میں ہے ویدرؤا ای یدفع
المصلی المار بین یدیه بالاشارة بالراس والعین او الید کما
فعل النبی صلی اللہ علیه وسلم بولدی ام سلمة او التسبیح لا بهما ای
لا یجمع بینهما فانه مکروہ ولا یدرؤ باخذ الثوب ولا بالضرب الوجیع
درر وغرر میں ہے ویدفعه ای المار بالاشارة او التسبیح لا بهما
تحرزا عن عمل الکثیر وفی الشرنبلالیة تحته اقول ترک الدراء
افضل رواہ الماتریدی عن ابی حنیفة رح وان جمع بینهما کره
کما جزم به فی الکافی غنیہ شرح منیہ میں ہے ولو ضرب انسانا بید
واحدة من غیر آلة او ضربه بسوط ونحوه تفسد صلوته کذا فی
المحیط وغیرہ لانه مخاصمة او مداعبة وهو عمل کثیر علی التفسیر
الاول الذی علیه الجمهور حلبیہ حاشیہ صغیری میں ہے ویدرأ المار
ای یدفع المصلی لمن اراد ان یمر فی موضع سجوده او بین المصلی
والسترة بالاشارة بیده او بالتسبیح والدرء امباح ورخصة
من غیر اشتغال بالمعالجة وما ورد فیه من المقاتلة محمول علی
الابتداء حین کان العمل فیها مباحا کذا نقل عن شمس الائمة
السرخسی ولا یدفع المار بالاشارة والتسبیح معاً لان باحدهما
کفایة ولذا نقل عن الهدایة الکراهة فی الجمع بینهما۔

مسئلہ (۳۳) امام کا محراب میں کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے
زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں

اصلاح اس مسئلہ کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ امام کو ایسے محراب میں کھڑا
ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے زائد کی ہو مکروہ ہے اور جس محراب کی

بلندی ایک ہاتھ سے کم ہو یا بالکل بلند نہ ہو اس میں امام کو کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے اور بے محراب کے کسی بلند جگہ پر تنہا امام کو کھڑا ہونا بھی مکروہ نہیں ہے حالانکہ کسی کتاب میں یہ مسئلہ اس طرح نظر سے نہیں گزرا عامہ متون وشروح میں امام کا مطلقاً محراب میں کھڑا ہونا مکروہ لکھا ہے خواہ وہ زمین سے ایک ہاتھ بلند ہو یا نہ ہو اور یونہی امام کو مطلقاً بلند جگہ پر تنہا کھڑا ہونا مکروہ لکھا ہے خواہ اس جگہ پر محراب بنی ہو یا نہ بنی ہو گویا یہ دو مسئلہ ہیں ایک تو امام کو محراب میں کھڑا ہونا دوسرا امام کو تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہونا اور دونوں جدا جدا ہیں ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ہے مگر تھانوی صاحب نے دونوں کو گڑ بڑ کر کے ایک کیا اور ایک کو دوسرے کی دُم بنایا مطلق کو مقید کر دکھایا جس سے مطلق کی آزادی اور حکم میں فرق آیا کہ غیر بلند زمینی محراب میں اور بلا محراب بلند زمین پر تنہا امام کو کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ٹھہرا تنویر الابصار متن درمختار میں ہے وکرہ قیام الامام فی المحراب مطلقا وانفراد الامام علی الدکان مراقی الفلاح میں ہے ویکرہ قیام الامام بجملتہ فی المحراب لا قیامہ خارجہ وسجودہ فیہ وقیام الامام علی مکان مرتفع بقدر ذراع علی المعتمد فتاوے عالمگیری میں ہے ویکرہ قیام الامام وحدہ فی الطاق وھو المحراب ھکذا فی التبیین ویکرہ ان یکون الامام وحدہ علی الدکان مجمع الانہر میں ہے وکرہ قیام الامام فی طاق المسجد ای محرابہ مستا زاعن القوم لما فیہ من التشبہ باھل الکتاب کما فی اکثر الکتب وکرہ انفرادہ علی الدکان وھو مکان المرتفع والقوم علی الارض منتقی شرح ملتقی میں ہے وکرہ قیام الامام فی طاق المسجد ای المحراب بلا عذر لا سجودہ فیہ درر شرح غرر میں ہے وکرہ قیام الامام فی المحراب وعلی الدکان وحدہ لانہ تشبہ باھل الکتاب غنیہ شرح منیہ میں ہے ویکرہ ان یقوم فی الطاق بان یکون قدماہ فی المحراب ویکرہ ان ینفرد الامام

عن القوم فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معہ شرح وقایہ میں ہے ویکرہ قیام الامام فی طاق المسجد ای فی المحراب او علی دکان او علی الارض وحدہ کنز الدقائق اور اُس کی شرح مستخلص الحقائق میں ہے ویکرہ قیام الامام فی الطاق وانفراد الامام علی الدکان ہدایہ میں ہے ویکرہ ان یقوم فی الطاق ویکرہ ان یکون الامام وحدہ علی الدکان یعنی امام کو اکیلے بالکل قوم سے ممتاز ہوکر بلا عذر محراب میں کھڑا ہونا مطلقاً مکروہ ہے کہ اس میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے (اور ان سے مشابہت کرنا شرعاً ممنوع ومکروہ) محراب سے باہر کھڑا ہونا اس طرح کہ پاؤں باہر رہیں اور سجدہ محراب کے اندر ہو مکروہ نہیں ہے اور امام کو اکیلے دوکان پر یعنی جو بیش انگل اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہی اور جو بعض مقتدیوں کے ساتھ اونچی جگہ کھڑا ہوا اور بعض مقتدی نیچی جگہ کھڑے ہوں تو مکروہ نہیں پھر امام کو محراب میں کھڑا ہونا بھی اسوقت مکروہ ہی کہ قوم پر جگہ تنگ نہ ہوا اور جو قوم پر جگہ تنگ ہو آدمی زیادہ ہوں امام کے بیرون محراب کھڑے ہونے سے جگہ گھرتی ہو تو اسوقت امام کو محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہی بلا کراہت جائز ہی فتاوی عالمگیری میں ہو واذا ضاق المسجد بمن خلف الامام فلا باس بان یقوم فی الطاق کذا فی فتاوی البرھانیۃ یعنی جب امام کے پیچھے لوگوں پر جگہ تنگ ہو تو امام محراب میں کھڑا ہو جائے کوئی حرج نہیں ہے فتاوی برہانیہ میں ایسا ہی ہے شرنبلالیۃ علی الدرر میں ہے حکی الحلوانی عن ابی اللیث انہ لا یکرہ عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم ذکرہ الکافی یعنی امام حلوانی نے امام ابی لیث رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کی ہے کہ امام کو محراب میں وقت ضرورت کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے بایں طور کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو کافی میں اسے ذکر کیا ہے کفایہ میں جامع محبوبی سے ہی

عن القوم فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معہ شرح وقایہ میں ہے ویکرہ قیام الامام فی طاق المسجد ای فی المحراب او علیٰ دکان او علی الارض وحدہ کنز الدقائق اور اُس کی شرح مستخلص الحقائق میں ہے ویکرہ قیام الامام فی الطاق وانفراد الامام علی الدکان ہدایہ میں ہے ویکرہ ان یقوم فی الطاق ویکرہ ان یکون الامام وحدہ علی الدکان یعنی امام کو اکیلے بالکل قوم سے ممتاز ہو کر بلا عذر محراب میں کھڑا ہونا مطلقاً مکروہ ہے کہ اس میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے (اور ان سے مشابہت کرنا شرعاً ممنوع و مکروہ) محراب سے باہر کھڑا ہونا اس طرح کہ پاؤں باہر رہیں اور سجدہ محراب کے اندر ہو مکروہ نہیں ہے اور امام کو اکیلے دوکان پر یعنی جو بیتس انگل اونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے اور جو بعض مقتدیوں کے ساتھ اونچی جگہ کھڑا ہو اور بعض مقتدی نیچی جگہ کھڑے ہوں تو مکروہ نہیں پھر امام کو محراب میں کھڑا ہونا بھی اسوقت مکروہ ہے کہ قوم پر جگہ تنگ نہ ہو اور جو قوم پر جگہ تنگ ہو آدمی زیادہ ہوں امام کے بیرون محراب کھڑے ہونے سے جگہ گھرتی ہو تو اسوقت امام کو محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے بلا کراہت جائز ہے فتاوی عالمگیری میں ہے واذا ضاق المسجد بمن خلف الامام فلا باس بان یقوم فی الطاق کذا فی فتاوی البرهانیة یعنی جب امام کے پیچھے لوگوں پر جگہ تنگ ہو تو امام محراب میں کھڑا ہو جائے کوئی حرج نہیں ہے فتاوی برہانیہ میں ایسا ہی ہے شرنبلالیۃ علی الدرر میں ہے حکی الحلوانی عن ابی اللیث انہ لا یکرہ عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم ذکرہ الکافی یعنی امام حلوانی نے امام ابی لیث رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کی ہے کہ امام کو محراب میں وقت ضرورت کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے بایطور کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو کافی میں اسے ذکر کیا ہے کفایہ میں جامع محبوبی سے ہے

واذا تحققت الضرورة بان ضاق المسجد على القوم والامام يقوم فی الطاق لا یکرہ۔ جب ضرورت ہو بایں طور کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو تو امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ (۳۴) گاؤں یا جنگل میں جمعہ درست نہیں البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبہ کی برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہو **اصلاح** گاؤں میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے خواہ وہ گاؤں بڑا ہو یا چھوٹا زیادہ آبادی کا ہو یا کم آبادی کا اگر اس میں نماز جمعہ پڑھی جائیگی تو نہ ہوگی اور ظہر ذمہ پر باقی رہیگی اس کا ادا کرنا واجب ہوگا اور جو پڑھی گئی وہ نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنے کا وبال جدا ذمہ ہوگا کہ صحت نماز جمعہ وعیدین کے لیے مصر شرط ہے اور مصر ظاہر الروایۃ وصحیح مذہب سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں وہ ہے جسمیں متعدد گلی کوچے دائمی بازار ہوں اور اسکے تحت گاؤں ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم ہو جو بباعث اپنی شوکت وحشمت کے ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے سکے انصاف کرکے سزا دے سکے لوگوں کا مقدمہ فیصل کر سکے پس جہاں یہ تعریف مصر کی صادق آئیگی وہاں جمعہ صحیح و درست ہوگا اور جہاں یہ نہ پائی جائیگی وہاں جمعہ صحیح و درست ہوگا خواہ وہ چھوٹا گاؤں ہو یا قصبہ یعنی بڑا گاؤں اسکے سوا جسقدر تعریفیں مصر کی منقول ہیں وہ سب خلاف ظاہر مذہب و ظاہر الروایۃ اور ضعیف و غیر صحیح ہیں اور ظاہر کہ نہ کسی گاؤں کے تحت گاؤں ہوتے ہیں نہ اسمیں متعدد گلی کوچے اور دائمی بازار ہوتے ہیں اگر ہوتی بھی ہیں تو ہفتہ میں ایک یا دو بار ادھر ادھر کے لوگ آکر جمع ہوتے اور سودا بیچکر چلے جاتے ہیں جیسے گاؤں والے پینٹھ کہتے ہیں اور ان میں کوئی ایسا حاکم نہیں ہوتا جو ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے سکے انصاف کرکر سزا دے سکے لوگوں کے جھگڑے فیصل کر سکے اگر ہوتا بھی ہے تو بعض جگہ تھانہ دار یا پنچ اور وہ امور مذکورہ کے نفاذ پر قادر نہیں ہوتا قاتل کو مقتول کے بدلے قتل نہیں کر سکتا پھانسی نہیں دیسکتا چور ڈکیت زانی شرابی وغیرہ کو سزا نہیں دیسکتا کسیکی زر و زمین

دوسرے سے واپس نہیں دلاسکتا سوائے اسکے کہ چالان کردے پکڑکر حاکم مصر کے
پاس بھیجدے مقدمات مالیہ ضلع کو منتقل کردے تو پھر ایسی جگہ کیسے جمعہ صحیح
و درست ہوگا ہدایہ میں ہے لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر
ولا یجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر
ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر و
قاضی ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھو الظاهر رد المحتار میں ہے
فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق و
رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم
بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث
وھو الاصح اھ الا ان صاحب الهدایة ذکر السکک والرساتیق
لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شانه المقدرة علی تنفیذ
الاحکام واقامة الحدود لا یکون الا فی بلد کذا یعنی جمعہ مصر اور مصلی
مصر (عیدگاہ) کے سوا جنگل گاؤں قصبہ وغیرہ جگہ میں جائز نہیں ہے کہ حدیث میں
ہے نہیں جائز ہے جمعہ اور تشریق اور نماز عیدین مگر مصر میں اور مصر بروایت امام
اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہ بڑا شہر ہے جس میں متعدد گلی کوچہ بازار ہوں اور اس میں
کوئی ایسا حاکم ہو جو احکام جاری کرتے حدود قائم کرتے سزا دیتے ظالم سے مظلوم
کا بدلہ دلانے انصاف کرنے پر اپنے رعب و داب کے باعث قادر ہو لوگ
اسکی طرف اپنے واقعات و مقدمات میں رجوع کرتے ہوں یہی ظاہر الروایۃ
اور صحیح ہے اسی میں ہے لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر پس اگر وہ گاؤں
میں جمعہ پڑھیں گے تو ظہر انکے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی اسکا ادا کرنا انپر لازم و واجب
ہوگا فتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی
یکون فیه مفتی وقاضی یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته
ابنیة منی ھکذا فی الظھیریة وفتاوی قاضیخان وفی الخلاصة وعلیه الاعتماد کذا

فی التاتارخانیۃ منتقی و درمختار و مجمع الانہر وغیرہ میں ہے وھو ظاھر المذھب علی ما نص علیہ السرخسی وھو اختیار الکرخی و القدوری وفی الغایۃ ھو الصحیح۔

مسئلہ (۳۶) ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں **اصلاح** عیدین کی نماز میں امام کو ہر تکبیر کے بعد بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے ٹھہرنا شرعاً لازمی نہیں ہے کہ اس سے تجاوز کرنا اور کم و زیادہ ٹھہرنا ممنوع و ناجائز ہو بلکہ وہ باعتبار قلت و کثرت قوم ہے یعنی امام ہر تکبیر کے بعد اسقدر ٹھہرے کہ مقتدی تکبیر سے فارغ ہوجائیں اور انھیں اشتباہ نہ ہو پس اگر نمازی بکثرت ہوں زیادہ ٹھہرے اور جو کم ہوں تو کم ٹھہرے جس کا اندازہ بقدر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے ہے درمختار میں ہے ھذا یختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ قال فی رد المحتار تحتہ اشار الی ما فی البحر عن المبسوط من ان ھذا التقدیر لیس بلازم بل یختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ لان المقصود ازالۃ الاشتباہ اقول کذا فی مجمع الانہر وھکذا فی شرنبلالیۃ عن الغیاثیۃ۔

مسئلہ (۳۷) بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبہ کے دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالی عنہم سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کیجاتی لہذا بغرض اتباع دعا نہ مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے **اصلاح** اولاً تو بعد نماز عیدین یا خطبہ عیدین دعا مانگنا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اسیطرح اسکی ممانعت بھی حضور سے مروی نہیں ہے اور جس امر کی شرعاً اجازت ہو نہ ممانعت وہ مباح و جائز ہوا کرتا ہے لہذا بعد نماز عیدین یا خطبہ عیدین دعا مانگنا جائز ہے ثانیاً مطلقاً دعا مانگنا جائز ہے کسی محل و وقت کیساتھ مخصوص نہیں خصوصاً بعد فرائض و واجبات و نوافل

امر ثبت دعا کا جمیع نفل

وما ثور و مسنون اور مطلق اپنے اطلاق پر رہیگا جب تک کہ اسے اطلاق سے نکالنے اور مقید بنانے والے نص وارد نہ ہوا اور یہاں کوئی نص نہیں ہے لہذا بعد نماز یا خطبہ عیدین دعا مانگنی جائز ہے ثالثًا ایک زمانہ سے تمام دیار و امصار میں مسلمانوں نے جن میں علما فضلا صلحا مفتی مشائخ وغیرہ سبھی اقسام کے لوگ موجود بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ دعا مانگنا اچھا جانکر رائج و معمول کر رکھا ہے اور جس کام کو عامہ مسلمین اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے اور جہاں میں متوارث ہو اس کا اتباع لازم ہوا کرتا ہے حدیث میں ہے ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن در مختار میں ہے ما توارثہ المسلمون فوجب اتباعھم خصوصًا وہ کام جس کی اصل شرع مطہر میں موجود اور ممانعت مفقود ہو تو اسکے جائز اور مباح و مستحسن ہونے میں تو کلام ہی نہیں ہو سکتا لیکن وہابیہ اپنی عادت سے مجبور ہیں اگرچہ یہاں تو وہ اپنے اصول کے خلاف چلے ہیں کہ انکے نزدیک جو بات قرون ثلثہ میں نہ ہوئی ہو وہ بدعت ہے تو دعا بعد عیدین یا خطبہ عیدین بھی ان کے نزدیک بدعت ہونا چاہیے کہ یہ بھی حضور و صحابہ حضور سے ثابت نہیں مگر نہ معلوم کس رعایت سے یہاں اسے بدعت نہ کہا اور نہ مانگنا بہتر کہا کہ جسکا خلاف کروہ ہوگا

قبل و بعد نماز عید گھر یا عید گاہ میں نوافل و فوائت پڑھنے کا حکم

مسئلہ (۳۷) کہ جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں اگر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور قبل نماز کے یہ بھی مکروہ ہے **اصلاح** اولاً تو عید گاہ میں قبل و بعد نماز عید اور گھر پر قبل نماز عید ہر نماز کو منع کرنا اور مکروہ بتانا ہی صحیح نہیں کہ اس میں قضائے فجر وغیرہ بھی داخل ہو گئی اور وہ بھی قبل نماز عید گھر پر اور قبل و بعد نماز عید عید گاہ میں ممنوع و مکروہ ٹھہری حالانکہ عید کے دن قبل نماز عید گھر پر اور قبل و بعد نماز عید عید گاہ میں یا جہاں نماز عید ہو صرف نوافل پڑھنا ممنوع و مکروہ ہیں نہ قضائے فجر وغیرہ کہ وہ عید کے دن قبل و بعد نماز گھر پر بھی جائز اور عید گاہ میں بھی جائز کہ وہ طلوع و غروب و زوال کے سوا ہر وقت صحیح و درست ثانیًا عید کے دن قبل و بعد نماز

عید عیدگاہ میں اور قبل نماز عید گھر پر نوافل پڑھنا بھی خواص کے لیے ممنوع ہیں نہ عوام کے لیے بلکہ انھیں پڑھتا دیکھکر بھی منع نہ کرنا چاہیے اور یہ کتاب عوام ہی کے لیے لکھی گئی ہو نہ خواص کے لیے درمختار میں ہو ولا یتنفل قبلها وکذا بعدها فی مصلاها فانه مکروه عند العامة وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فی الخیرات بحر قال فی رد المحتار تحته ای لا سرا ولا جهرا فی التکبیر ولا قبل الصلوٰة ولا بعد الصلوٰة بمسجد ولا بیت او بعد بمسجد فی التنفل فتاوی عالمگیری میں ہے واذا صلی صلوٰة الفجر قبل صلوٰة العید لا باس به ولکن لا یجوز قضاء الفوائت القدیمة قبلها

مسئلہ (۳۸) اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل نہ دینا چاہیے **اصلاح** مردے کو تیمم کرانے کے بعد دفن سے پہلے اگر پانی مل جائیگا تو بالاتفاق غسل دیا جائیگا کہ ہمارے ائمہ کرام سے اس میں دو روایتیں ہیں اول یہ کہ اگر میت کو پانی نہ ہونے کے باعث تیمم کراکر نماز پڑھی گئی پھر پانی ملا تو اُسے غسل دیکر پھر سے نماز پڑھی جائے اور دوسری روایت میں صرف غسل دیا جائے نماز پھر سے نہ پڑھی جائے مگر تھانوی صاحب نے ان دونوں روایتوں کے صراحۃً خلاف یہاں مسئلہ تحریر فرمایا اور رویت ماء کو ناقض تیمم نہ ٹھہرایا جو کسی طرح صحیح اور قابلِ عمل نہیں ہے درمختار میں ہو یتیمم لفقد ماء وصلی علیه ثم وجدوه غسلوه وصلوا ثانیا وقیل لا۔ رد المحتار میں ہے قال فی الفتح ولو لم یوجد ماء فتیمم المیت وصلوا علیه ثم وجدوه غسلوه وصلوا علیه ثانیا عند ابی یوسف وعنه یغسل ولا یعاد الصلوٰة علیه آگے میں تحت قول وقیل لا ہے ای یغسل ولا یصلی علیه کما علمت وفی

شرح المنیۃ نقلا عن السروجی ان ھذہ الروایۃ موافقۃ للاصول اھ وفیہ اشعار بترجیحھا لما قلنا فتاوی عالمگیریہ میں ہے رجل مات ولم یجد واماء فتیمموا وصلوا ثم وجد واماء غسل ویصلی علیہ ثانیا فی قول ابی یوسف رح کذا فی فتاوی قاضیخان غنیہ شرح منیہ میں ہے مات ولم یجد والہ ماء فتیمموہ ثم وجد واماء غسلوہ وصلوا علیہ ثانیا لانتقاض تیممہ وفی المرغینانی وفی روایۃ لا تعاد الصلوۃ قال السروجی ھو موافق للاصول یعنی ان الاصل انہ اذا صلی بالتیمم ثم وجد الماء لا تجب اعادۃ الصلوۃ ولو فی الوقت فکذا ھذا وکلا الروایتین عن ابی یوسف رح وھکذا فی الحلیۃ علی غنیۃ الصغیر۔

مسئلہ ۱۴۰ جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنجوقتی نماز یا جمعہ یا عیدوں کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو الخ **اصلاح** بیشک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بعض مقتدی صف جنازہ میں شامل ہوکر مسجد میں کھڑے ہو جائیں اور باقی آدمی وامام وجنازہ سب باہر ہوں تو کوئی حرج نہیں بالاتفاق جائز ہے یا نماز کی جگہ نہ ہونے یا پانی کیچڑ وغیرہ ضرورت کی وجہ سے اگر نماز جنازہ مسجد میں ہو تو بھی حرج نہیں اور جو مسجد صرف عید کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو اور کوئی نماز اس میں نہ ہوتی ہو جیسے عیدگاہ تو اس میں بھی نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ومکروہ نہیں جائز ہے کہ وہ من کل الوجوہ حکم میں مسجد جماعت کے نہیں اور نماز جنازہ مسجد جماعت میں مکروہ ہے نہ غیر میں لہذا تھانوی صاحب کا اسمیں نماز جنازہ ناجائز بتانا صحیح نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے وصلوۃ الجنازۃ فی الجبانۃ والامکنۃ والدور سواء کذا فی المحیط وصلوۃ الجنازۃ فی المسجد الذی یقام فیہ الجماعۃ مکروہ لا یکرہ بعذر المطر ونحوہ ھکذا فی الکافی منیہ شرح منیہ اور اسکے حاشیہ حلیہ ونہج الانہر میں ہے فی الاصلاح ولو کانت الجنازۃ والامام وبعض القوم

خارج المسجد وباقی القوم فی المسجد کما هو المعهود فی جوامعنا
لا یکره بالاتفاق در مختار میں ہے والمتخذ لصلاة جنازة او عید
مسجد فی حق جواز الاقتداء لا فی حق غیره به یفتی نہایہ
خزانة الروایات میں ہے واما مصلی العید فقد اختلف المشائخ و
الصحیح انه له حکم المسجد فی یوم العید الی ان یصلی العید
فخرج عن حکم المسجد فی الغیاثیة لو وضعت الجنازة خارج
المسجد والامام وبعض القوم معه والباقی فی المسجد والصفوف
متصلة فلا یکره رد المحتار میں ہے انما تکره فی المسجد بلا عذر فان
کان فلا ومن الاعذار المطر کما فی الخانیة والاعتکاف کما فی المبسوط
کذا فی الحلیة وغیرها والظاهر ان المراد اعتکاف الولی ونحوه
ممن له حق التقدیم ولغیره الصلاة معه تبعا له والا لزم ان
لا یصلیها غیره وهو بعید لان اثر الادخال والصلوة ارتفع
بعذر تامل وانظر هل یقال ان من الاعذار ما جرت به عادة فی
بلادنا من الصلاة علیها فی المسجد لتعذر غیره او تعسره بسبب
اندراس المواضع التی کانت یصلی علیها فیها فمن حضرها فی المسجد
ان لم یصل علیها مع الناس لا یمکنه الصلاة علیها فی غیره ولزم ان
لا یصلی فی عمره علی جنازة نعم قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد
فی الشارع فیصلی علیها ویلزم منه فسادها من کثیر من المصلین لعموم
النجاسة وعدم خلعهم لنعالهم المتنجسة مع انا قدمنا کراهتها
فی الشارع واذا ضاق الامر اتسع فینبغی الافتاء بالقول بکراهة
التنزیه الذی هو خلاف الاولی کما اختاره المحقق ابن الهمام
واذا کان ما ذکرناه عذرا فلا کراهة اصلا والله تعالی اعلم

مسئلہ (۱۴۴) اگر یہ لوگ (بادشاہ نائب قاضی) کوئی وہاں موجود نہ ہو تو اس

لکھا ہے علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے اعراض و انکار محض اُن کا قول و ذاتی رائے وہ بھی بلا دلیل فقہ میں حجت نہیں خصوصًا اس امر میں کہ جس کی دلیل شرع میں موجود ہو اور اس میں متعدد فوائد و منافع ہوں جن کا مفصل ذکر رسالہ مبارکہ **ایذان الاجر فی اذان القبر** مصنفہ اعلیحضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ میں ہے اس کا خلاصہ یہاں لکھا جاتا ہے کہ مولانا موصوف سے دفن کے وقت قبر پر اذان کہنے کی بابت دریافت کیا گیا فرمایا بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اُتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا امام ابن حجر مکی و علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہما نے ان کا یہ قول نقل کیا اما المکی ففی فتاواہ و فی شرح العباب و عارض و اما الرملی ففی حاشیۃ البحر الرائق و مرض حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اسکی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قائلان جواز کے لیے اسیقدر کافی جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے پھر بھی مقام تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنھیں بقانون مناظرہ اسانید سوال تصور کیجیے فاقول و باللہ التوفیق

دلیل اول جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکرین ہوتا ہے تو شیطان رجیم وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے لہذا حکم ہے کہ میت کیلیے جواب میں ثابت قدم رہنے اور شیطان سے بچنے کی دعا کریں اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان دفع شیطان کرتی ہے شیطان اذان سنکر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے اور ۳۶ میل تک بھاگ جاتا ہے اور خود حدیث میں حکم ہے کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ دفع ہو جائیگا اور جب یہ ثابت ہو لیا کہ اسوقت شیطان لعین خلل انداز ہوتا ہے مُردے کو بہکاتا ہے اور اذان اُسے دفع کرتی ہے اُسے دفع کرنیکے لیے اذان کہو تو اذان قبر خاص حدیثوں سے مستنبط اور حکم شارع کے

مطابق اور مدد واعانت مسلم خصوصًا اس بیکسی وتنہائی کے وقت (۲) حدیث
میں ہے کہ سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر بعد دفن حضور اور حضور کے
ساتھ سب لوگ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دیر تک تسبیح فرماتے رہے پھر تکبیر فرماتے
رہے بعدہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ حضور تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے
رہے فرمایا اس نیک مرد پر قبر تنگ ہوئی تھی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ
تکلیف اس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرما دی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسانی اور دفع تنگی قبر
کے لیے بعد دفن دیر تک بار بار اللہ اکبر کہا اور یہی کلمہ اذان میں چھ بار ہی
تو اس کا کہنا عین سنت ہوا رہی اذان میں اور الفاظ کی زیادتی وہ نہ معاذ
اللہ کچھ مضر اور نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ اور زیادہ مفید کہ ذکر الٰہی اور
ذکر الٰہی مورد رحمتِ الٰہی (۳) احادیث میں مردہ مجازی یعنی مرنے والے کو
مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد دلانے سکھانے کا حکم تاکہ خاتمہ اسی پاک کلمہ پر ہو
اور شیطان کے بہکانے سے بچے تو بعد دفن حقیقی مُردے کو بھی کلمہ طیبہ سکھانے
اور یاد دلانے کی ضرورت تاکہ جواب نکیرین یاد ہو جائے اور اس وقت شیطان
کے بہکانے میں نہ آئے اور اذان میں یہی کلمہ طیبہ تین جگہ موجود اور اس کے
تمام کلمات جوابِ نکیرین کہ پہلا سوال ان کا من ربک ہوگا تیرا رب کون ہے
جس کا جواب اذان کے ابتداہی میں اللہ اکبر ہے جسے سنتے ہی یاد ہو جائیگا
میرا رب اللہ ہے دوسرا سوال ان کا ما دینک ہوگا تیرا دین کیا ہے جس کے
جواب کی طرف حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح اشارہ ہوگا کہ میرا دین وہ
ہے جس میں نماز فرض اور رکن ہے تیسرا سوال ان کا ما کنت تقول فی ھذا
الرجل ہوگا یعنی تیرا اس مرد یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد تھا
جس کا جواب اشھد ان محمد رسول اللہ سنکر یاد ہو جائیگا کہ میں انھیں
اللہ کا رسول جانتا تھا (۴) حدیث میں ہے کہ لگی ہوئی آگ تکبیر سے بجھاؤ اور

ہندوستان کے اکثر شہروں میں صندوقی قبروں پر تختہ یا لکڑیاں یا پتھر کا
ٹکڑا ڈالکر بند کرتے اور مٹی ڈالتے ہیں کہ قبر پر بغیر تختہ لکڑی پتھر بچھائے مٹی
ڈالنا ممکن نہیں کہ قبر کے اندر بھر جائیگی میت مٹی میں دب جائیگی بلکہ میت کے
متصل آس پاس قبر کی دیواروں میں پختہ اینٹ و تختہ لگانا یا بغلی قبر کے مونھ کو پختہ
اینٹ یا تختہ وغیرہ سے بند کرنا مکروہ ہی کہ بغلی قبر کے مونھ کو اینٹ تختہ سے
بند کرنے میں بھی حول میت اینٹ و تختہ کا ہونا اگرچہ ایک ہی جانب ہو لازم آئیگا
اور وہ مکروہ ہے اسی لیے لکڑی وغیرہ کے تابوت میں مُردے کو دفن کرتے
وقت مٹی بچھانے اس کی دیواروں کو مٹی سے لیپنے کا حکم ہی تاکہ لکڑی اور
میت کے درمیان مٹی حائل ہو جائے اور کراہت اُٹھ جائے یونہی اگر بغلی قبر کے
مونھ پر کچی اینٹ نہ ملنے کے وقت پتھر یا تختہ یا پختہ اینٹیں میت کی جانب مٹی سے
لیپکر لگائی جائیں تو بھی کراہت اُٹھ جائیگی اور حاجت روا ہو جائیگی پس تھانوی صاحب
کا پختہ اینٹ و تختہ سے مطلقاً قبور کے بند کرنے کو مکروہ بتانا صحیح نہیں درمختار میں ہے
ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حولہ
اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملک رد المحتار میں ہے قال فی الحلیۃ وکرھوا
الاجر والواح الخشب وقال التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت
فلو فوقہ لا یکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع وقال مشائخ بخاری
لا یکرہ الاجر فی بلدتنا للحاجۃ الیہ لضعف الاراضی خزانہ میں ہے
ویکرہ الاجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلک فلا باس

مسئلہ (۴۴) قبر پر گچ کرنا یا اس پر مٹی لگانا مکروہ ہے (درمختار) **اصلاح**
اس مسئلہ میں مذہب مختار و مفتی بہ یہ ہی کہ قبروں کو مٹی سے لیپنا خراب شدہ پر مٹی
وغیرہ ڈالکر درست کرنا بلا کراہت جائز ہی تاکہ ان کے نشانات باقی رہیں اور
خراب و پامال ہونے سے بچیں یونہی درندوں کے خوف سے قبروں پر کانٹے رکھنا
ان پر سندلہ گچ کرنا بھی مباح ہی ورنہ نہیں مراقی الفلاح میں ہی اما اذا اریلہ

دفع اذی السباع او لشیٔ آخر لا یکرہ تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ اور مجمع الانہر میں ہے تطیین القبور لا یکرہ فی المختار درمختار میں سراجیہ سے آور رد المحتار میں تجرید ابی الفضل سے آور غنیہ میں منیۃ المفتی سے ہو المختار انہ لا یکرہ التطیین مراقی الفلاح میں ہے وفی النوازل لا باس بتطیینہ وفی الغیاثیۃ وعلیہ الفتوی واذا خربت القبور فلا باس بتطیینہا لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابیہ ابرھیم فرأی فیہ جحرا فسدہ وقال من عمل عملا فلیتقنہ فتاوی ہندیہ میں ہے ولو خربت القبور فلا باس بتطیینہا مجمع الانہر میں ہو المختار ان التطیین غیر مکروہ وکان عصام ابن یوسف یطوف حول المدینۃ ویعمر القبور الخربۃ۔

مسئلہ (۴۰) بعد دفن قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبہ وغیرہ کے بنانا بغرض زینت حرام ہو اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہو **اصلاح** ہاں قبور عوام پر گنبد قبہ وغیرہ عمارت بنانا ناجائز ہے اور قبور خواص پر جیسے اولیائے کرام و مشائخ عظام آور علما فضلا سادات ذوی الاحترام کی قبور پر گنبد قبہ وغیرہ عمارت بنانا جائز ہو تاکہ ان معظمات دینیہ کی مخلوق کی نگاہوں میں عظمت ہو انھیں لوگ پہچانیں اور ان کے پاس آکر دعا کریں فاتحہ پڑھیں برکت حاصل کریں فیض پائیں ان کی توہین و بے حرمتی سے بچیں اس مسئلہ کی اصلاح مع تحقیق حصہ اول صفحہ ۷۰ پر گزری وہاں دیکھا جائے

مسئلہ (۴۱) میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہو **اصلاح** میت کو قبر میں رکھتے وقت یا بعد رکھنے کے اذان کہنا شرعًا اصلا ممنوع و ناجائز نہیں اور جس امر کو شرع مطہر نے منع نہ فرمایا ہو وہ یقینًا جائز ہوگا۔ اس کے جواز میں شبہہ نہ ہوگا اور اذان قبر پر کی تو اصل خود شرع مطہر میں موجود ہے اور بعض علمائے کرام نے اس وقت اذان کہنے کو مندوب و مستحب

قبور پر گنبد و قبہ بنانے کا حکم

بعد دفن قبر پر اذان کہنے کا حکم

محلہ کا امام مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اعزہ میں کوئی شخص اس سے افضل نہو ا۔
اصلاحہ امام مسجد مستحق امامت ہو جبکہ اولیائے میت میں کوئی اس سے
افضل نہ ہو اور میت زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں راضی و خوشنود ہو ورنہ
وہ مستحق امامت نہیں اسے امام بنانا مستحب نہیں رد المحتار میں ہے قال فی شرح
المنیۃ فعلی ھذا لو علم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان
لا یستحب تقدیمہ ام قلت ھذا مسلم ان کان عدم رضاہ بوجہ
صحیح والا فلا۔

مسئلہ (۴۱) جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں ان کو
جنازے کو دیکھکر کھڑا ہو جانا چاہیے **اصلاحہ** راستہ میں یا قبرستان
میں یا اور کہیں بیٹھے ہوئے لوگوں کو جنازہ دیکھکر کھڑا ہونا منع ہے تا وقتیکہ
وہ جنازے کے ساتھ جانے کا ارادہ نہ کریں اور جو بعض احادیث جنازہ
دیکھکر کھڑا ہونا وارد ہوا ہے وہ ابتدا میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اب اس کے
موافق حکم دینا سخت غلطی ہے درمختار و رد المحتار میں کہیں نہیں لکھا ہو کہ جنازہ
دیکھکر کھڑا ہو جانا چاہیے بلکہ کھڑے ہونے کی ممانعت لکھی ہو غلط مسئلہ لکھکر مشہور
کتب فقہ کی طرف نسبت کر دینا اگرچہ شان علم کے خلاف ہو مگر اس سے بہتر
ہے کہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے کسی گمنام کتاب کی طرف کوئی بات نسبت کر دیجائے
جس کا وجود بھی دنیا میں نہ پایا جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
دیکھو درمختار میں ہے لا یقوم من فی المصلی لھا اذا رآہا قبل وضعھا
ولا من مرت علیہ وھو المختار وما ورد فیہ منسوخ غنیہ شرح
منیہ میں ہے ولا یقوم احد للجنازۃ اذا مرت بہ الا اذا اراد ان
یتبعھا وعلیہ الجمہور وما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ من القیام لھا
منسوخ بما روی عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
امرنا بالقیام فی الجنازۃ ثم جلس بعد ذلک وامرنا بالجلوس

رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ واحمد والطبرانی من طرق وعن علی قام رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قعد رواہ ابوداود والنسائی والترمذی وصححہ ولمسلم معناہ وقال قد کان ثم نسخ۔

مسئلہ (۴۲) یہ بھی جائز ہے کہ اگر قبر بغلی نہ کھد سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھکر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا الخ

اصلاح لحد یعنی بغلی قبر میں مردہ کو دفن کرنا مسنون ہے اور جو بغلی قبر بوجہ نرمی زمین وغیرہ دھنس جانے کا اندیشہ ہو تو تابوت یعنی صندوق میں رکھکر دفن کریں کہ تابوت میں رکھکر مُردے کو دفن کرنا بلاضرورت مکروہ ہی لہذا جبتک دوسرے طور سے ضرورت رفع ہوا سے استعمال نہ کریں اور وہ لکڑی یا پتھر کا اندر سے مٹی سے لسا ہوا ہو لوہے کے تابوت میں دفن کرنا بھی مکروہ ہے مگر جبکہ لکڑی وغیرہ کا نہ ملے تو مجبوراً اس میں دفن کریں غنیۃ شرح منیہ میں ہے اللحد فی القبر افضل عند الائمۃ الاربعۃ ان امکن والا فالشق کذا ذکرہ السروجی وفی فتاوی قاضی خان السنۃ فی القبر اللحد وان کانت الارض رخوۃ فلا باس بالشق انتھے رد المحتار میں ہے قال فی الحلیۃ عن الغایۃ ویکون التابوت من راس المال اذا کانت الارض رخوۃ او ندیۃ مع کون التابوت فی غیرھا مکروھا فی قول العلماء قاطبۃ اھ آسی میں ہو ولا باس باتخاذ تابوت ای یرخص ذلک عند الحاجۃ والا کرہ کما قدمناہ انفا ثم لم یتعقبوا الرخصۃ فی اتخاذہ من حدید بشئ ولا شک فی کراھتہ کما ھو ظاھر الوجہ ۲ اھ ای لانہ لا یعمل الا بالنار فیکون کالآجر المطبوخ بھا کما یأتی۔

مسئلہ (۴۳) پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے قبر کو بند کرنا مکروہ ہی الخ

اصلاح قبر کو پختہ اینٹ و تختے سے پاٹنا بند کرنا مکروہ نہیں ہی جیسا کہ

فائدہ میت کو صندوق میں رکھکر دفن کرنا مکروہ ہے

جب تم آگ لگی دیکھو بار بار تکبیر کہو کہ تکبیر آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے علما تحریر فرماتے
ہیں کہ کثرت تکبیر غضب الٰہی ٹھنڈا کرتی ہو اسلیے جلتے کو دیکھکر تکبیر کہنے کا حکم
ہے لہذا قبر پر اذان کہنا غضب عذاب الٰہی کو ساکن اور آتش دوزخ کو جسکے
باعث قبر بندہ نافرمان حفرۂ نار ہو جاتی ہے ٹھنڈا کریگا کہ اس میں بار بار تکبیر ہو
اور باقی الفاظ ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی بھی دافع عذاب الٰہی کما مر (۵) بعد دفن میت
کے لیے عذاب قبر عذاب نار و شر شیطان سے بچنے کی دعا کرنا ماثور و مستحب جس
سے ظاہر کہ تدبیر دفع عذاب قبر عذاب نار و شر شیطان کرنا چاہیے اور اسکی تدبیر
اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یا اذان کہنا ہو کما مر (۶-۷-۸) حدیث میں ہو کہ بعد
دفن میت کے لیے استغفار کرنا اور اُس کے لیے جواب نکیرین میں ثابت قدم
رہنے کی دعا مانگنا چاہیے اور تقدیم عمل صالح آداب دعا اور بیشک اذان عمل
صالح تو وہ دعا پر مقدم ہونا چاہیے بلکہ اذان خود ذکر اور ہر ذکر دعا لہذا وہی
مقدم وہی موخر ہونا چاہیے نیز وقت اذان در ہائے آسمان مفتوح ہوتے
ہیں اور اس وقت کی دعا رد نہیں ہوتی تو ثابت کہ مقصود شارع دعا اور دعا سے
پہلے آداب دعا و سبب اجابت محبوب تو اذان قبر جائز و مرغوب (۹)
حدیث میں ہو کہ ہر شے اذان کی آواز سنکر موذن کے لیے استغفار کرتی ہو اور
جہانتک اذان کی آواز پہنچتی ہے اتنی ہی وسیع مغفرت موذن کے لیے آتی
ہے اور حدیث میں وارد کہ مغفور سے دعا منگوانی چاہیے لہذا بہتر کہ کوئی نیک
بندہ اذان کہکر مغفور بنکر میت کے واسطے مغفرت کی دعا کرے کہ اسکی دعا
میں زیادہ امید قبولیت ہو (۱۰ و ۱۱) اذان اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر پر
مشتمل اور اللہ و اللہ کے رسول کا ذکر دافع عذاب الٰہی و مورد رحمت باری عز اسمہ
خود اذان کی نسبت حدیث میں وارد کہ وہ جس جگہ ہو وہ جگہ اُس دن عذاب
الٰہی سے مامون و محفوظ رہتی ہو اور بیشک جو عمل باعث دفع عذاب الٰہی اور
سبب ورود رحمت و مغفرت باری ہو وہ شارع علیہ السلام کو محبوب و مرغوب

تو قبر پر اذان مستحب و مندوب (۱۲-۱۳) خود ظاہر اور حدیثوں سے ثابت کہ مُردے کو اس نئے اکیلے تنگ و تاریک مکان میں سخت وحشت اور گھبراہٹ اور نہایت حزن و غم لاحق ہوتا ہے اور اذان موجب چین و آرام اور دافع وحشت و رنج و غم تو اگر اس بیکس وحشت زدہ غمگین مُردے کی وحشت دُور کرنے رنج و غم کھونے تسکین دینے کے لیے اذان دی جائے اور اس بیکس کی اس طرح مدد و اعانت کی جائے تو بجا اور شرعاً محبوب وردا (۱۴) ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنے کا حکم حتیٰ کہ شجر و حجر کے پاس ذکر الٰہی کرنے کا حکم اور ہر جگہ ہر وقت ہر حال میں محبوب و مرغوب و مطلوب تاوقتیکہ کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی نہ آئی ہو اور اذان بھی یقیناً ذکرِ الٰہی اور بعد دفن ذکرِ الٰہی کرنا دعائے مغفرت کرنا احادیث سے ثابت اور تصریحات ائمۂ کرام سے مندوب و مستحب پھر اس کی ممانعت کی اور مسلمانوں کو اس سے باز رکھنے کی کیا وجہ ائمۂ کرام نے تو دربارۂ تلقین میت بھی یہی فرمایا کہ اس میں کوئی حدیث مشہور نہیں ہو لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ذکرِ الٰہی ہے اور وہ حسن ہے (۱۵) علما فرماتے ہیں کہ بعد دفن کچھ دیر قبر پاس بیٹھیں اور قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دعائے مغفرت اور وعظ و نصیحت اور مسائل فقہ اور نیکوں کے ذکر میں مشغول رہیں حالانکہ ان امور میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں محض انھیں موجب نزول رحمت اور میت کو محتاج رحمت جانکر اس کا حکم فرمایا مستحب ٹھہرایا تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزول رحمت و رفع عذاب ہے کیونکر جائز نہوگی بالجملہ ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ قبر پر اذان یقیناً جائز بلکہ مستحب بلکہ فرد سنت ہے بعض علما نے جو اسے سنت کہا ہو شاید اسی معنی کر سنت کہا ہے کہ وہ فرد سنت ہے نہ فرداً سنت اور نہ لازم و واجب کہ ترک موجب گناہ ہو بلکہ اگر وہ بھی ترک ہو جائے تو بھی حرج نہیں۔

مسئلہ (۲۴) اپنے لیے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں قبر کا تیار رکھنا مکروہ ہے

اصلاح اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ کہاں کس جگہ کس وقت موت آئیگی کما قال
تعالی وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ تاہم ہر شخص بموجب فرمان کُلُّ
نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ایک نہ ایک دن کہیں نہ کہیں ضرور مریگا لہذا اس کی
فکر میں رہنا اور موت کی تیاری کرنا یعنی اشیائے ضروریہ بعد موت کو مہیا
کر رکھنا چاہیے کہ ہر شخص کا حال ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا ہے آج کسی کو اپنا
سامان موت مہیا کرنے کا مقدور ہے کل نہ رہا اور مرگیا تو گور و کفن کیلیے
بھیک مانگنا دوسروں کا دست نگر ہونا اور چندہ کرنا پڑیگا اور لوگوں کو
موقع طعن و تشنیع ملیگا اور جو سامان مہیا رکھا ہوگا تو کسی کو انگلی اٹھانے کا
موقع نہ ملے گا اور نہایت راحت و آرام کے ساتھ دفن کردیا جائیگا اور
اگر وہ موجودہ جگہ پر نہ بھی مریگا تو سامان موجودہ کسی اور مسلمان کے کام
آئیگا جس کا وہ اجر پائیگا بہر حال گور و کفن تیار رکھنے میں کوئی برائی و حرج
نہیں ہے بلکہ ثواب ہے جب تو بعض اگلے بزرگوں نے اپنا گور و کفن تیار کر رکھا تھا
کیا وہ اس امر کو جانتے تھے کہ ہم یہیں مریں گے در مختار میں اپنے لیے قبر تیار
رکھنے کو جائز بھی لکھا اور مکروہ بھی لکھا ہے مگر قول ثانی کو قیل سے تعبیر کیا ہے
اور ضعیف قرار دیا ہے یہ تھانوی صاحب کی دیانت ہے کہ اچھے کو چھوڑکر ضعیف
و بیمار کو اختیار کیا در مختار میں ہے ویحفر قبرا لنفسه وقیل یکره
مراقی الفلاح و رد المحتار میں ہے فی التاتارخانیة لاباس به ویوجر
علیه هکذا عمل عمر ابن عبد العزیز والربیع ابن خیثم وغیرهما
غنیہ شرح منیہ و فتاوی عالمگیری میں ہے ومن حفر قبرا لنفسه فلاباس
به ویوجر علیه خزانة الروایات میں ہے فی فتاوی الحجة من حفر
قبرا لنفسه قبل موته فلاباس به ویوجر علیه حلیہ حاشیہ غنیہ صغیر
میں ہے من حفر قبرا لنفسه فلا باس به ویوجر علیه ای علی حفره
لنفسه وقد عمل به بعض الفضلاء کعمر بن عبد العزیز والربیع

ابن ہیثم وغیرہما۔

اِصلاح مسائل تتمہ حصۂ سوم بہشتی زیور

مسئلہ (۲۸) سوا جماع کے اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو اور ایک کفارہ ادا کرنے نہ پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جاوے تو ان دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ کافی ہو اگرچہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں ہاں جماع کے سبب سے جو روزے فاسد ہوئے ہوں ہر ایک کا کفارہ علٰحدہ رکھنا ہو گا اگرچہ پہلا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ **اصلاح** ایک رمضان میں دو روزے توڑنے سے ایک ہی کفارہ دینا ہو گا اگر پہلے روزہ کا کفارہ ابھی ادا نہ کیا ہو خواہ یہ روزے جماع سے توڑے ہوں یا کھا پی کر اور جو ایک ایک رمضان میں توڑا ہوا اور دوسرا دوسرے رمضان میں توڑا ہو تو دو کفارے دینا ہوں گے یہی صحیح ہے یہی معتمد ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے اگرچہ ایک روایت میں رمضانین کا بھی مثل ایک رمضان کے حکم ہے اور وہ بھی صحیح ہے مگر ظاہر الروایۃ نہیں ہے اور یہ کہ جماع سے افطار کرنے میں ہر ایک کا کفارہ علٰحدہ واجب ہو گا اور غیر جماع سے افطار کرنے میں ایک کفارہ واجب ہو گا بعض کا قول ہے جو تھانوی صاحب نے اختیار کیا ہے اور خلاف ظاہر الروایۃ ہے لہٰذا بمقابلہ ظاہر الروایۃ اور قول جمہور کے روایۃ ثانیہ اور قول بعض قابلِ عمل نہیں درمختار میں ہے ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ ولو فی رمضانین عند محمد رح وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبٰی وغیرہما واختار بعضہم للفتوی ان الفطر بغیر جماع تداخل والا لا ردالمحتار میں اس کے تحت ہے نقلہ فی البحر عن الاسرار ونقل فیہ عن الجوہرۃ لو جامع فی رمضانین فعلیہ کفارتان وان لم یکفر للاولی فی ظاہر الروایۃ وھو الصحیح اھ فقد اختلف الترجیح کما تری ویتقوی الثانی بانہ

ف ایک رمضان اور دو رمضان میں
دو روزے توڑنے اور ایک کفارہ کا حکم

ظاہر الروایۃ تو یا الایضاح میں ہے وکفت کفارۃ واحدۃ عن جماع واکل متعدد فی ایام لم یتخلله تکفیر ولو من رمضانین علی الصحیح جوہرہ نیرہ میں ہے فان افطر فی رمضان مرارا ان کان فی یوم واحد کفته کفارۃ واحدۃ بالاجماع وان کان فی رمضانین لزمه لکل یوم کفارۃ بالاجماع وان لم یکفر للاول فی الصحیح وان کان فی رمضان واحد فافطر فی یوم ثم فی یوم اخر فان کفر للاول لزمه کفارۃ للثانی بالاجماع وان لم یکفر للاول کفته کفارۃ واحدۃ عندنا وقال الشافعی لکل یوم کفارۃ علیحدۃ کفر او لم یکفر بیانه اذا جامع فی یوم من رمضان فلم یکفر حتی جامع فی یوم اخر من ذلك الشهر فعلیه کفارۃ واحدۃ وان جامع فکفر ثم جامع فعلیه کفارۃ اخری للجماع الثانی واما اذا جامع فی رمضان فی سنة فلم یکفر حتی جامع فی رمضان اخر فعلیه لکل جماع کفارۃ فی المشهور وذکر محمد انه یجزیه کفارۃ واحدۃ۔

مسئلہ (۴۹) اعتکاف مستحب میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے **اصلاح**

اس مسئلہ میں مذہب مختار ومفتی بہ ہمارے ائمہ کرام کا اور ظاہر الروایۃ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اعتکاف مستحب کے لیے روزہ شرط نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی تقدیر ہے کہ کتنی دیر ہو کم سے کم ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے تو پھر روزہ کیسا ہاں روایت حسن میں اسکی بعد کم از کم ایک روز ہے اور اس کے لیے روزہ شرط ہے اور یہ خلاف ظاہر الروایۃ اور غیر مختار و غیر مفتی بہ ہے فقہائے کرام نے اس کی تضعیف فرمائی ہے پس قول مختار ومفتی بہ ائمہ کرام اور ظاہر مذہب سیدنا امام اعظم اور ان کے صاحبین رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر رسم افتا سے مونھ موڑ کر ایک قول ضعیف غیر مختار وغیر مفتی بہ وخلاف ظاہر الروایۃ کے موافق مسئلہ تحریر کرنا اور دفع الزام کے لیے احتیاط کا لفظ اپنی

۹ اعتکاف مستحب میں روزہ شرط نہیں

طرف سے بڑھانا تھانوی صاحب ہی کی شان ہو گیا، مگر متقدمین و متاخرین
جو تھانوی صاحب سے بدرجہا اپنے مذہب میں متورع و محتاط تھے اگر اعتکاف
مستحب میں روزہ شرط ہوتا اگرچہ احتیاطًا ہی سہی تو اس کا حکم نہیں دے سکتے
تھے اور یہ نہیں لکھ سکتے تھے کہ اعتکاف مستحب نہیں احتیاطًا روزہ رکھا جائے
مگر نہیں دیا کہ وہ اپنے مذہب میں مشکک نہیں تھے درمختار میں ہے وشرط
الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذہب واقلہ نفلا ساعۃ
من لیل او نہار عند محمد وھو ظاھر الروایۃ عن الامام لبناء
النفل علی المساھلۃ وبہ یفتی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزم
قضائہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاھر من المذہب و
ما فی بعض المعتبرات انہ یلزم بالشروع فمفرع علی الضعیف ای
علی روایۃ الحسن انہ مقدر بیوم نور الایضاح میں ہے والصوم
شرط لصحۃ المنذور فقط واقلہ نفلا مدۃ یسیرۃ ولو کان ماشیا
علی المفتی بہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے وظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رح
وھو قولھما ان الصوم لیس بشرط فی التطوع ولیس لاقلہ
تقدیر علی الظاھر درر شرح غرر میں ہے والصوم شرط لصحۃ الاول
یعنی الواجب لا للثالث یعنی المستحب فاقلہ ای اقل الاعتکاف
المستحب علی اشتراط الصوم وھو ظاھر الروایۃ عن الامام مختار ھا
ساعۃ وقیل الصوم شرط فیہ ایضا وھو روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ
فاقلہ یوم مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے واقل مدۃ الاعتکاف
النفل ساعۃ عند محمد فی الاصل ولیس الصوم شرطا للنفل
علی ظاھر الروایۃ درر المنتقی شرح ملتقی میں ہے وساعۃ عند محمد و
ظاھر الروایۃ عنہ کقول محمد وبہ یفتی فلا یشترط لہ الصوم
ولو قطعہ بعد الشروع لا یلزمہ قضائہ علی المفتی بہ ہدایہ وجوہرہ

وغیرہ کتب مذہب میں ہو والصوم شرط الصحۃ الواجب۔

مسئلہ (۵) اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف قائم رہیگا یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکال لیجائے صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ ابوالعلائی آگرہ بار اول **اصلاح** اگر معتکف ذرا دیر کو بھی بغیر عذر غالب الوقوع اعتکاف کی جگہ سے باہر آئیگا یا اسے کوئی قرضدار وغیرہ زبردستی اعتکاف سے باہر نکالیگا یا حاجت ضروریہ طبعیہ یا شرعیہ کے لیے خود باہر جائیگا اور کوئی اسے روک لیگا پکڑ لیگا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائیگا اگرچہ گنہگار نہ ہوگا یہی مذہب ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہو اور یہی تحقیق ہو اور اسی کو علمائے محققین جیسے امام ابن الہمام و علامہ مقدسی و امام فقیہ النفس قاضی خاں و صاحب کافی و بحر و برہان وغیرہم نے اختیار فرمایا ہو درمختار میں ہے وان خرج بعذر یغلب وقوعہ لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء الغریق وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی بعدم الفساد کما حققہ الکمال رد المحتار میں اسکے تحت ہو حیث قال والذی فی الخانیۃ والخلاصۃ انہ لو خرج ناسیا او مکرھا او لبول فحبسہ الغریم ساعۃ او لمرض لا یغلب وقوعہ فافاد الفساد فی الکل وعلی ھذا یفسد لو لعیادۃ المریض او شہود جنازۃ او لانقاذ غریق او حریق او جہاد عم نفیرہ فسد و ... وکذا اذا انہدم المسجد ونص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وکذا تفرق اھلہ وانقطاع الجماعۃ منہ ونص الحاکم فی الکافی فقال واما قول ابی حنیفۃ فاعتکافہ فاسد اذا خرج ساعۃ لغیر غائط او بول او جمعۃ اہ ملخصا وفیہ والحاصل ان مذھب الامام الفساد بالخروج الا لبول او غائط او جمعۃ کما مر التصریح بہ عن کافی الحاکم وعلیہ ما مر عن الخانیۃ والخلاصۃ ولعل محقق

وغیرہ کتب مذہب میں ہے والصوم شرط لصحۃ الواجب۔

مسئلہ (۵۰) اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف قائم رہیگا یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکالدے الخ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ ابوالعلائی آگرہ بار اول **اصلاح** اگر معتکف ذرا دیر کو بھی بغیر عذر غالب الوقوع اعتکاف کی جگہ سے باہر آئیگا یا اسے کوئی قرضدار وغیرہ زبردستی اعتکاف سے باہر نکالیگا یا حاجت ضروریہ طبعیہ یا شرعیہ کے لیے خود باہر جائیگا اور کوئی اسے روک لیگا پکڑ لیگا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائیگا اگرچہ گنہگار نہ ہوگا یہی مذہب ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی تحقیق ہے اور اسی کو علمائے محققین جیسے امام ابن الہمام و علامہ مقدسی و امام فقیہ النفس قاضی خاں و صاحب کافی و بحر و برہان وغیرہم نے اختیار فرمایا ہے درمختار میں ہے وان خرج بعذر یغلب وقوعہ لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء الغریق وانھدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی بعدم الفساد کما حققہ الکمال ردالمحتار میں اسکے تحت ہے حیث قال والذی فی الخانیۃ والخلاصۃ انہ لو خرج ناسیا او مکرھا او لبول فحبسہ الغریم ساعۃ او لمرض لا یغلب وقوعہ فافاد الفساد فی الکل وعلی ھذا یفسد لو لعیادۃ المریض او شھود جنازۃ او لانقاذ غریق او حریق او جھاد عم نفیرہ فسد ولا یاثم وکذا اذا انھدم المسجد ونص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وکذا تفرق اھلہ وانقطاع الجماعۃ منہ ونص الحاکم فی الکافی فقال واما قول ابی حنیفۃ فاعتکافہ فاسد اذا خرج ساعۃ لغیر غائط او بول او جمعۃ اھ ملخصا وفیہ والحاصل ان مذھب الامام الفساد بالخروج الا لبول او غائط او جمعۃ کما ھو التصریح بہ عن کافی الحاکم وعلیہ ما مر عن الخانیۃ والخلاصۃ ولعل محقق

بلاعذر اعتکاف سے باہر آنے کا حکم

ابن الهمام نظر الی هذا فتبع المنقول فی کافی الحاکم الذی هو
تلخیص کتب ظاهر الروایة و فی الخانیة وغیرها وتبعه صاحب
البحر واعتمده صاحب البرهان حیث اقتصر علیه فی متنه
مواهب الرحمن وتبعهم المصنف ایضا وکذا العلامة المقدسی
فی شرحه وان خالف فیه شرنبلالی فافهم۔

مسئلہ (۵۱) گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر مادہ مخلوط ہوں زکوٰۃ ہے
یا تو فی گھوڑا ایک دینار یعنی پونے تین روپیہ دیدے یا سب کی قیمت لگا کر اسی
قیمت کا چالیسواں حصہ دیدے **اصلاحہ** گھوڑوں کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے
امام ابی یوسفؒ امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک گھوڑوں میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے اور امام
اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انمیں زکوٰۃ ہے مگر چند قیود کیساتھ کہ اگر وہ نہ پائی جائیں تو امام
صاحب کے نزدیک بھی انمیں زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر گھوڑوں والا گھوڑوں کی زکوٰۃ نہ دے تو امام کو اسپر
جبر کرنے زبردستی اُس سے زکوٰۃ وصول کرنے کا بالاجماع حق نہیں ہے لہٰذا بعض
فقہائے کرام نے قول صاحبین کی تصحیح فرمائی اور اسے مفتیٰ بہ بتایا اور ترجیح
دی اور بعض نے قول امام کی تصحیح فرمائی اور اسے ترجیح دی پس موافق مذہب
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ یوں ہونا چاہیے کہ امام صاحب کے نزدیک گھوڑوں پر
زکوٰۃ ہے جبکہ وہ سائمہ ہوں اور نر مادہ مخلوط ہوں یا صرف مادہ ہوں اور دودھ
و نسل بڑھانے کی غرض سے جنگل میں چرنے کو چھوڑے گئے ہوں تو ان پر سال
گزرنے کے بعد زکوٰۃ ہے اور جو وہ سائمہ نہ ہوں یا سائمہ ہوں مگر سواری و باربرداری
کے لیے ہوں اور فربہ اور موٹے ہونے کی غرض سے جنگل میں چھوڑے گئے ہوں
یا صرف گھوڑے ہوں گھوڑیاں نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں پھر فی گھوڑا ایک دینار
یا چالیسواں حصہ دینے کا اختیار بھی مطلقاً نہیں ہے جیسا کہ تھانوی صاحب تحریر
فرما رہے ہیں بلکہ عربی گھوڑوں میں جن کی قیمت معینہ ہوا ور جو عربی نہ ہوں غیر عربی
ہوں تو فی گھوڑا ایک دینار دینے کا حکم نہیں بلکہ ان میں کُل کی قیمت کا چالیسواں

حصہ دیا جائیگا رد المحتار میں ہے وقال الامام ان کانت سائمة للدر والنسل ذکورا واناثا وحال علیها الحول وجب فیها الزکوة غیر انها ان کانت من افراس العرب خیر بین ان یدفع عن کل احد دینارا وبین ان یقومها ویعطی عن کل مائتی درهم خمسة دراهم وان کانت من افراس غیرهم قومها لا غیر وان کانت ذکورا او اناثا فروایتان اشهرهما عدم الوجوب کذا فی المحیط وفی الفتح الراجح فی الذکور عدمه وفی الاناث الوجوب واجمعوا علے انها لو کانت للحمل والرکوب او علوفة فلا شئ فیها وان الامام لا یاخذها جبرا نهر آہ درر شرح غرر میں ہے وفی کل فرس من العرب اختلط به الذکور دینارا او ربع العشر قیمته نصابا قال صاحب المجمع هذا التخییر مختص بالافراس الاعراب حیث کان قیمة کل فرس اربعمائة درهم وقیمة الدینار عشرة دراهم فیکون عن کل مائتی درهم خمسة دراهم فاما الافراس التی تتفاوت قیمتها فانها تتقوم شرنبلالیہ حاشیہ درر میں ہے قال فی الفتح فی کل من الذکور المنفردة والاناث المنفردة روایتان والارجح فی الذکور عدم الوجوب وفی الاناث الوجوب اه قلت قد مشی المصنف رحمة الله علیه علی قول الامام بوجوب زکوة الخیل لما تری تبعا لما رجحه شمس الائمة وصاحب التحفة ولم یتعرض بقول الصاحبین وقالا انه لا زکوة فی الخیل مطلقا منفردة کانت او مختلطة قال صاحب البرهان وهو اصح ما یفتی به ورجح قولهما صاحب الاسرار والینابیع وقاضی خان وهو قول عامة العلماء لما فی کتب الستة وقال الکمال بعد سیاق اختلاف الترجیح واجمعوا علی ان الامام لا یاخذ صدقة الخیل جبرا اه

اِصلاح مسائل تتمۂ حصۂ پنجم بہشتی زیور

مسئلہ (۵۲) بابری بنوانے چندوہ کھلوانے یا اگلے حصہ سر کے بال بغرض گولائی بنوانے کا جو دستور ہے درست نہیں **اصلاح** بابری بنوانا یعنی وسط سر سے یا گدّی سے پیشانی تک کے بال منڈانا اور اِدھر اُدھر دہنے بائیں کنپٹیوں کی طرف کے باقی رکھنا جسے عرف میں پٹھے رکھنا کہتے ہیں اور عربی میں قزع بولتے ہیں ضرور ممنوع و مکروہ ہے مگر چندوہ کھلوانے وسط سر کے بال منڈانے اور آگے پیچھے دہنے بائیں باقی رکھتے ہیں جسے عرف میں پان بنانا کہتے ہیں کوئی حرج نہیں ہو جائز ہے کہ فقہائے کرام نے اسے قزع میں داخل نہیں مانا ہے اور لاباس بہ فرمایا ہو رد المحتار میں ہے فی الذخیرۃ ولا باس ان یحلق وسط رأسہ ویرسل شعرہ۔

مسئلہ (۵۳) اگر بال بہت بڑھا لے تو عورتوں کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں **اصلاح** شرعاً مردوں کو کان کی لَو یا اس سے کچھ نیچے زیادہ سے زیادہ کاندھے تک بال بڑھانا جائز ہیں کہ حضور اقدس سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اس کے درمیان میں ہوا کرتے تھے اس سے زیادہ بال بڑھانا عورتوں کی طرح جوڑا چوٹی باندھنے کی حد تک انھیں پہنچانا ممنوع و ناجائز ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہو اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ مشابہت حرام ہو ایسوں پر صحیح حدیث میں لعنت فرمائی گئی ہے چہ جائیکہ جوڑا چوٹی باندھیں کہ یہ تو مزید بر آں اور دوسری مشابہت ہو گی العیاذ باللہ تعالےٰ حدیث میں ہو کان شعرہ صلے اللہ علیہ وسلم فوق الوفرۃ دون الجمۃ رواہ ابوداؤد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا یعنی حضور کے بال مبارک کان کی لَو اور کاندھے کے درمیان میں تھے دوسری حدیث میں ہو لعن اللہ المتشبھین من الرجال

بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی اللہ تعالیٰ عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

مسئلہ (۵۴) ہفتہ میں ایک مرتبہ موئے زیرناف موئے بغل لبیں ناخن وغیرہ دُور کرکے نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے قبل نماز جمعہ فراغت کرکے نماز کو جائے الخ **اصلاح** جمعہ کے دن غسل کرنا تو مسنون ہے اور قبل نماز جمعہ ناخن کتروانے بال بنوانے کو فقہائے کرام نے مکروہ اور بعد نماز جمعہ بہتر و افضل لکھا ہے اگرچہ حدیث مطلق ہے اور جو مدے بڑھے ہوں تو جمعہ کی بھی تخصیص نہیں فوراً انھیں دُور کرنا چاہیے درمختار میں ہے الافضل حلق الشعر وقلم الاظفار بعدها ردالمحتار میں ہے فی التاتارخانیة ویکرہ تقلیم الاظفار وقص الشارب فی یوم الجمعة قبل الصلوٰة اشباہ والنظائر احکام جمعہ میں ہے وتقلیم الاظفار وحلق الشعر ولکن بعدها افضل حموی شرح اشباہ میں جامع المضمرات سے منقول ہے جاء فی الخبر انه یکرہ قلم الاظفار وقص الشارب فی یوم الجمعة لما فیه من معنی الحج فیکرہ قبل الفراغ ورأیت فی بعض الروایات انه یقلم ویقص بعد صلوٰة الجمعة عملا بالاخبار فکانه اعتمر وحج ثم حلق وقصر انتهی وانت خبیر بان ما نقلناہ یقتضی کراهة القص والحلق قبل الجمعة وکذا اذا وقتها وکان قبله طویلا۔

بعد نماز جمعہ بال منڈوانا ناخن کٹوانا افضل ہے قبل نماز مکروہ

مسئلہ (۵۵) بعد معاملہ مزارعت اگر دونوں میں سے کوئی شرط کے بموجب کام کرنے سے انکار کرے تو اس سے بزور کام لیا جاویگا لیکن اگر بیج والا انکار کرے تو اُس پر زبردستی نہ کی جائیگی **اصلاح** اگر بیج والا بیج ڈالنے سے

پہلے پھر جائیگا اور انکار کریگا تو اُس پر زبردستی نہ کی جائیگی اور جو بعد بیج ڈالنے کے انکار کریگا یا قبل بیج ڈالنے کے پہلے آدمی سے سستا آدمی مل رہا ہو یا اب خود کام کرنے کا ارادہ ہوا ہو پہلے نہ تھا اس سبب سے وہ پہلو تہی کرتا ہے تو جبر کیا جائیگا درمختار میں ہے ویجبر من ابی علی المضی الارب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر ردالمحتار میں ہے قال الرملی اما اذا المزیا ب لکن وجد عاملا ارخص منہ او اراد العمل بنفسہ یجبر لعدم العذر

مسئلہ (۵۶) اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی مرجائے تو مزارعت باطل ہوجاویگی **اصلاح** عاقدین میں سے کسی کے مرجانے سے سنین آئندہ کی مزارعۃ باطل ہوگی یا قبل کھیت بونے کے مرجانے سے مزارعۃ باطل ہوگی نہ سن رواں کے بعد کھیت بونے اُگنے کے کہ بعد کھیت بونے اُگنے کے عاقدین میں سے کسی کے مرجانے سے اس سال کی مزارعۃ باطل نہیں ہوتی ہے اپنے حال پر برقرار رہتی ہے اور ہر ایک کے ورثا اس کے قائم مقام ہوتے ہیں یہانتک کہ کھیت کاٹکر آپس میں تقسیم کیا جائے یا مالک زمین ورثاء کاشتکار کو اس کے حصہ کی قیمت دیکر قصہ تمام کرے درمختار میں ہے ولو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد ولو مات قبل البذر بطلت ولا شئ لکرابہ ردالمحتار میں اس کے تحت ہے فیکون العقد باقیا استحسانا فلا اجر علیہ للارض لکن ینتقض العقد فیما بقی من السنین کما فی الخانیہ وغیرہ مجمع الانہر و دررالمنتقی میں ہے ولو مات رب الارض والزرع بقل فعلی العامل او وارثہ العمل الی ان یدرک لبقاء العقد ببقاء المدۃ وان مات العامل فقال وارثہ انا اعمل الی ان یستحصد فلہ وان ابی رب الارض لبقاء العقد نظر اللوارث

حتی لوابی لم یجبر و یجبر المالک ہدایہ و درر میں ہے و تبطل المزارعۃ
بموت احدھما فلو دفعت ثلاث سنین فلما نبت فی الاولی و مات
صاحب الارض قبل ادراکہ ترک الذرع فی ید المزارع الی ادراکہ
وقسم علی الشرط و بطلت المزارعۃ فی السنتین الاخرین جوہرہ نیرہ
میں ہے و ان مات احد المتعاقدین بطلت یعنی مات قبل الزراعۃ
اما اذا کان بعدھا فان مات صاحب الارض ترکت فی ید العامل
حتی یستحصد و یقسم علی الشرط و اذا کانت المیت ھو العامل
فقال ورثتہ نحن نعمل فی الزرع الی ان یستحصد و ابی رب الارض
لم یکن لہ ذلک۔

مسئلہ (۵۰) اگر مدت معینہ مزارعۃ کی گزر جائے اور کھیتی پکی نہ ہو تو کسان کو زمین کی
اجرت اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی ان زائد ایام کے عوض میں۔

اصلاح قبل کھیتی تیار ہونے اور کٹنے کے مدت مزارعۃ ختم ہو جانے سے کل
زمین کی اجرت کاشتکار پر لازم نہیں آتی ہے جیسا کہ مسئلہ سے سمجھ میں آرہا ہے
بلکہ صرف اسقدر زمین کی اجرت کاشتکار پر لازم آئیگی جسقدر اس کے حصہ میں
مشغول ہو درمختار میں ہے فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی
العامل اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ رد المحتار میں ہے ای
اجر مثل ما فیہ نصیبہ من الارض ابن کمال ہدایہ و جوہرہ میں ہے
و اذا انقضت مدۃ المزارعۃ والذرع لم یدرک کان علی المزارع
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ان یستحصد مجمع الانہر میں ہے و
لو تمت مدۃ المزارعۃ قبل ادراک الذرع فعلی العامل اجر مثل
حصتہ من الارض حتی یدرک الذرع و یستحصد درر شرح غرر
میں ہے مضت المدۃ قبل ادراکہ فعلی المزارع اجر مثل نصیبہ
من الارض حتی یدرک الزرع۔

(۵۸) **مسئلہ** مساقات کا حال سب باتوں میں مزارعۃ کی مانند ہے اصلاح
مساقات سب باتوں میں مزارعۃ کے مانند نہیں ہے بلکہ بعض باتوں میں مزارعۃ
کی مانند ہے اور بعض میں نہیں ہے جیسے یہاں مدت سے زائد ایام کی اجرت
عامل پر لازم نہیں ہوتی ہے اور مزارعۃ میں ہوتی ہے اور یہاں عمل بلا اجرت
ہوتا ہے اور مزارعۃ میں باجرت ہوتا ہے اور یہاں عاقدین پر بعد عقد انکار کرنے
پر جبر کیا جاتا ہے اور مزارعۃ میں بعد عقد قبل بیج ڈالنے کے بیج والے پر جبر
نہیں کیا جائیگا اور یہاں اگر درخت غیر کے نکل آئے تو عامل کو اجرت مثل
دی جائیگی اور مزارعۃ میں قیمت زرع دی جائیگی اگر زمین غیر کی ثابت ہوئی اور یہاں
بیان مدت ضروری نہیں ہے وہاں ضروری ہے وعلی ہذا القیاس درمختار میں ہے
وھی کالمزارعۃ الا فی اربعۃ اشیاء اذا امتنع احدھما یجبر علیہ
بخلاف المزارعۃ واذا انقضت المدۃ ترك بلا اجر و یعمل
بلا اجر وفی المزارعۃ باجر واذا استحق النخیل یرجع العامل
باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ الزرع وبیان المدۃ لیس بشرط
ھھنا مجمع الانہر ودرر المنتقی میں ہے ھی کالمزارعۃ حکما وشرطا الا فی
اربعۃ اشیاء وساق الکلام مثل الدر المختار درر وغرر میں ہے
وھی کالمزارعۃ وشروطھا کشروطھا الممکنۃ ھھنا واما ما عداھا
من الشروط المذکورۃ فیھا لا یجری ھھنا فتصح بلا ذکر المدۃ الخ
شرنبلالیہ حاشیہ درر میں ہے قال الزیلعی وشروطھا عندھما کشروط
المزارعۃ فی جمیع ما ذکر الا فی اربعۃ اشیاء وساق الکلام مثل
الدر المختار۔

(۵۹) **مسئلہ** جو چیز پتلی بہنے والی نشہ دار ہو خواہ شراب ہو یا تاڑی یا اور
کچھ اور اس کے زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا ہے اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے
اگرچہ اس قلیل مقدار سے نشہ نہ ہو اسی طرح دوا میں استعمال کرنا خواہ پینے میں

بالیپ کرنے میں ممنوع ہو خواہ وہ نشہ دار چیز اپنی اصلی ہیئت پر رہے خواہ کسی تصرف سے دوسری شکل ہو جائے ہر حال میں ممنوع ہے یہاں سے انگریزی دواؤں کا حال معلوم ہو گیا جن میں اکثر اس قسم کی چیزیں ملائی جاتی ہیں **اصلاح**

انگریزی دواؤں کو محض اس احتمال پر کہ ان میں نشہ کی چیزیں ملی ہوتی ہیں مطلقاً ممنوع و ناجائز نہ ٹھہرایا جائیگا کہ شرعاً تمام اشیا میں طہارت و حلت اصل ہے جو اپنے ثبوت میں کسی دلیل کی محتاج نہیں اور حرمت و نجاست عارض کہ جس کے ثبوت کے لیے دلیل خاص درکار مجرد احتمال اور محض گمان و شک سے اس کا اثبات ناممکن کہ حلت و طہارت اصلی و یقینی کا زوال بھی اسکی مثل یقینی سے ہوگا نرا گمان و شک لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہ کر سکے گا یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا مسائل متفرع اور سیکڑوں جزئیات حادثہ کے احکام اس سے نکل سکتے ہیں اور کسی کو اس میں خلاف نہیں حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں الاصل فی الاشیاء الطھارۃ والیقین لا یزول بالشك والظن بل یزول بیقین مثله ھذا الاصل مقرر فی الشرع منصوص علیه فی الاحادیث مصرح به فی الکتب الفقه من الحنفیة والشافعیة وغیرھم ولم ار فیه مخالفا من احد من العلماء اھ یعنی اصل میں تمام چیزیں پاک ہیں اور یقین گمان و شک سے زائل نہیں ہوتا ہے بلکہ اپنی مثل یقین سے زائل ہوتا ہے یہ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے جو حدیث سے بھی ثابت ہے اور کتب فقہ حنفیہ و شافعیہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور علما میں سے کسی کا اس میں خلاف نظر نہیں آیا اسی میں ہے لا حرمة الا مع العلم لا مع الشك والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل یعنی حرمت محض گمان و شک سے ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ علم و یقین سے ہوتی ہے کہ اصل اشیا میں حلت ہے وھکذا فی الاشباہ و شرحه وغیرہ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ شرعاً ہر چیز کی اصل طہارت و حلت ہے

انگریزی دواؤں اور مشکوک چیزوں کا حکم

اور وہ بغیر یقین مجرد احتمال اور محض گمان وشک سے زائل نہیں ہوسکتی
تو انگریزی دواؤں کا حکم خود ہی ظاہر ہوگیا کہ وہ شئ من الاشیاء اور کسی
کسی شئ کا ست یا جوہر اور عطر ہیں جن کی اصل حلت وطہارت ہو اور وہ
محض اس احتمال وشک سے کہ ان میں شراب وغیرہ نشہ کی چیزیں ملی
ہوتی ہیں رفع نہیں ہوسکتی اور ان کے استعمال کو مطلقاً ناجائز نہیں کہا
جاسکتا تاوقتیکہ یقینی طور سے ان میں شراب وغیرہ کا ملنا ثابت نہ ہو اور عام
طور سے یہ التزام ان میں نشہ کی چیزوں کی آمیزش معلوم نہ ہو اور یہ بات
آجتک ثابت نہیں ہوئی اور کوئی شخص اسوقت تک یہ نہیں کہتا کہ ہمنے ہر انگریزی
دوا میں شراب وغیرہ ملتے دیکھی یا یہ التزام عام طور سے ہر انگریزی دوا میں
شراب ملائی جاتی ہے جس سے پوچھو وہ یہی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا تو نہیں ہے
سنا ہے کہ اس میں شراب ملی ہوتی ہے حتی کہ کہنے والے کا پتہ بھی نہیں دے سکتے
یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ کس سے سنا ہے تو پھر بھلا ان کی محض اس سماعت پر کیسے
یقین زائل ہو اور کیسے عام طور سے انکے عدم جواز کا حکم دیا جائے کہ کبھی
بے اصل وبے سند بات بھی اڑا دی جاتی ہے بعد تحقیق وتلاش کچھ بھی نہیں
نکلتی اور شرعاً ایسی بے اصل وبے سند بات ہرگز قابل اعتبار نہیں نیز اگر اس
سماعت کو مدار حکم قرار دیا بھی جائے تو کیسے کہ وہ سماعت بھی کس سے ہے انھیں
کفار یا فساق وفجار سے اور دینیات میں کفار کی خبر اصلا قابل اعتبار نہیں
الا فی ضمن المعاملات اللہ تعالی فرماتا ہے لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
سَبِيْلًا اور فساق وفجار کی خبر بھی واجب القبول نہیں اسی بھی سنکر تحقیق و
تلاش کا حکم کما قال تعالی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ
فَتَبَيَّنُوْٓا بلکہ یقین شخصی یعنی بعض انگریزی قیمتی دواؤں جیسے ٹنچروں میں التزام
شراب کا میل ثابت ہونے یا بعض دواؤں کے جوہر بذریعہ اسپرٹ اڑائے
جانے سے بھی تمام ادویہ پر حکم عدم جواز نہیں لگا سکتے کہ ان میں سیکڑوں دوائیں

ایسی ہونگی جن میں شراب وغیرہ کی آمیزش اصلا نہ ہوگی اور بلا تحقیق علت
کسی فرد خاص کا حکم دوسرے افراد پر نہیں ہو سکتا بلکہ یقین نوعی اجمالی کی
بنا پر بھی تمام ادویہ پر عدم جواز کا حکم نہیں ہو سکتا ہاں تورعاً ان سے بچنا اور
احتیاطاً انھیں استعمال نہ کرنا موضع شک میں بہت بہتر اور افضل ہے مگر اس
تورع اور احتیاط کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اصل شئے سے چشم پوشی کی جائے اور
بلا تحقیق وبغیر ثبوت کسی شئے کو حرام یا مکروہ ٹھہرا کر ناجائز الاستعمال کہا جائے
اور شرع مطہر پر افترا کیا جائے اور اس کے استعمال کرنے والے پر طعن و
تشنیع کی جائے بلکہ تورع و احتیاط یہ ہے کہ ایسی صورت میں شئے کو اسکی اصل
اباحت پر رکھا جائے اور خود تورعاً و احتیاطاً اس سے بچا جائے اور کسی سے
تعرض نہ کیا جائے کما سیأتی فی المسئلۃ الاتیۃ عن رد المحتار یہ ہو
حکم صحیح شرعی انگریزی ادویہ اور ان کی مثل دوسری چیزوں کا جن کی طہارت
یا حلت میں شک وشبہہ واقع ہوا اور یقین نہ ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انگریزی
دواؤں کو محض اس احتمال وشک کی بنا پر کہ ان میں شراب وغیرہ ملی ہوتی ہو نجس
یا حرام ومکروہ اور ناجائز الاستعمال نہیں کہا جائیگا تا وقتیکہ ان میں یقینی طور سے
شراب کا ملنا ثابت یا بالالتزام بطور عموم وشمول شراب کی آمیزش معلوم نہ ہو
کہ اشیاء میں طہارت وحلت اصلی ویقینی ہے وہ بمجرد احتمال اور محض گمان و
شک سے زائل نہ ہوگی اور بے تحقیق وبلا ثبوت محض سماعی بات پر اور کفار و
فساق کی اخبار پر عمل نہ کیا جائیگا اور نہ بعض دواؤں میں خاص طور سے شراب کا
میل یقیناً ثابت ہونے یا کل میں اجمالی طور سے معلوم ہونے سے تمام ادویہ کو ناجائز
الاستعمال قرار نہیں دیا جائیگا ہاں جن دواؤں میں بالالتزام شراب وغیرہ حرام
چیز ملائی جاتی ہے جیسے ٹنچر وہ ضرور نجس اور انھیں داخلی یا خارجی طور پر
استعمال کرنا ظاہر مذہب میں حرام وناجائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت جبکہ کوئی
اور دوا نہ ہو اور مریض کی شفا اس میں متیقن ہو تو انھیں بھی استعمال کرنا

جائز ہے اور تورع اختیار کرنا اور احتیاطًا ان سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت بہتر وافضل ہے۔

مسئلہ (۶۰) اور جو نشہ دار ہوا ور پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجمد ہو جیسے تمباکو جائفل افیون وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ جو مقدار بالفعل نشہ پیدا کرے یا اس سے ضرر شدید ہو تو وہ حرام ہے اور جو مقدار نشہ نہ لاوے نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے وہ جائز ہے **اصلاح** بھنگ چرس افیون چانڈو پوست مسلم جائفل زعفران عنبر وغیرہ مخدر ومنشی چیزیں جو عقل کو خراب کرتی اور جان کو نقصان پہنچاتی ہیں انھیں اسقدر کھانا پینا کہ نشہ لائیں عقل کو خراب کریں اور ضرر پہنچائیں حرام ہیں اور اسقدر سے کم کسی نفع کے لیے کھانا پینا دواؤں میں استعمال کرنا مباح ہے اور محض لہو ولعب کے لیے وہ بھی حرام در مختار میں ہے ویحرم اکل البنج والحشیشة والافیون لکن دون حرمة الخمر وکذا تحرم جوزة الطیب لکن دون حرمة الحشیشة ردالمحتار میں اس کے تحت ہے فی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام اکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی وما زاد علی ذلك اذا کان یقتل او یذهب العقل حرام اھ وھکذا یقال فی غیرہ من الاشیاء الجامدة المضرة دون القلیل النافع الی ان قال والحاصل ان استعمال الکثیر المسکر منه حرام مطلقا کما یدل علیه کلام الغایة واما القلیل فان کان للهو حرم وان کان للتداوی لا وان حصل منه الاسکار وکذا العنبر والزعفران ومثله زهرة القطن لانه قوی التفریح یبلغ الاسکار فھذا کله ونظائرہ یحرم استعمال القدر المسکر منه دون القلیل ومثله البرش وھو شیٔ مرکب من البنج والافیون وغیرھما مگر تھانوی صاحب کا تمباکو کو اس میں شمار کرنا اور اس کے کھانے پینے کو

ان کی طرح حرام ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کہ نہ اس میں اسکار داضرار وتفتیر ہی اور نہ اس کی حرمت وکراہت پر کوئی دلیل شرعی قائم ہو بلکہ اس کے منافع ظاہر ومعلوم اور اگر وہ کسی کو کسی خاص وقت ضرر کرے یا نشہ کی حالت پیدا کرے تو وہ مستلزم حرمت وکراہت نہیں کہ یوں تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ بعض طبائع کو مضر اور بعض کو مفید ہوتی ہیں اور انھیں بیجا بے وقت استعمال کرنے سے بدن میں سنسناہٹ اور نشہ کی سی حالت پیدا ہوتی ہے دور کیوں جائیے روٹی ہی کو دیکھ لیجیے کہ وہ بعد فاقہ کے پیٹ بھر کھانے سے کیا حالت پیدا کرتی ہو تو کیا وہ اس بنا پر حرام یا مکروہ ٹھہر گی ہرگز نہیں کہ حرمت وکراہت کے لیے دلیل ضرور ہو اور یہاں کوئی دلیل نہیں تو لامحالہ اسے قاعدہ شرعیہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کے تحت داخل مانکر مباح کہا جائیگا اسی سبب سے صاحب درمختار نے اشباہ سے قاعدہ مذکورہ نقل کرکے اس پر تنبیہ فرمائی اگرچہ درالمنتقیٰ میں بوجہ نہی سلطانی اس کے خلاف گئے اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے اسکی اباحۃ پر جزم فرمایا اور اسے بدلائل قاہرہ ثابت اور اس کی تحریم وکراہت کیطرف جانے والوں کا رد بلیغ کیا اور اسے حرام یا مکروہ کہنے کو شرع مطہر پر بہتان اور اللہ عزوجل پر افترا بتایا ہاں اگر اسے بدبودار ہونے کی وجہ سے مکروہ کہا جائے تو بجا ہے اس بنا پر اس کا ترک اولے اور اسے کھا پی کر بے ازالہ بدبو مسجد میں جانا ممنوع ومکروہ اور اس حالت میں تلاوت قرآن عظیم واحادیث وتفسیر منور ادب اور عورتوں کو بے اجازت ورضامندی اپنے شوہروں کی اسے استعمال کرنا ناجائز اگر نہ مانیں تو شوہروں کو حق منع حاصل جیسے کہ لہسن پیاز وغیرہ بدبودار چیزیں کھاتے پیتے میں درمختار میں ہے فی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المشکل امرہ والنباتات المجہول سمتہ انتہی قلت فیفہم

منه حكم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه وقد
کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا له بالثوم والبصل بالاولی
فتدبر رد المحتار میں تحت قوله فیفهم منه ہے وهو الاباحة علی المختار او التوقف
وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره واضراره والا لم یصح
ادخاله تحت القاعدة المذکورة ولذا امر بالتنبیه آسی میں تحت
قوله وقد کرهه شیخنا العمادی ہے ورد علیه سیدنا عبد الغنی فی
شرح الهدیة بما حاصله ما قدمناه فقول الشارح الحاقا له بالثوم
والبصل فیه نظر اذ لا یناسب کلام العمادی نعم الحاقه بما ذکر
هو الانصاف قال ابو السعود فتکون الکراهة تنزیهیة
والمکروه تنزیها یجامع الاباحة اھ وقال ط ویؤخذ منه کراهة
التحریم فی المسجد للنهی الوارد فی الثوم والبصل وهو ملحق بهما
والظاهر کراهة تعاطیه حال القراءة لما فیه من الاخلال بتعظیم
کتاب الله تعالی آسی میں ہے اقول قد اضطربت آراء العلماء
فیه فبعضهم قال بکراهته وبعضهم بحرمته وبعضهم باباحته و
فی شرح العلامة الشیخ اسمعیل النابلسی والد سیدنا عبد الغنی
علی شرح الدرر بعد نقله ان للزوج منع الزوجة من اکل الثوم
والبصل وکل ما ینتن الفم ومقتضاه المنع من شربها التتن
لانه ینتن الفم خصوصا اذا کان الزوج لا یشربه اھ وللعلامة
الشیخ علی الاجهوری المالکی رسالة فی حله نقل فیها انه افتی
بحله من یعتمد علیه من ائمة المذاهب الاربعة قلت والف فی حله
ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالة سماها
الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان وتعرض له فی
کثیر من تالیفه الحسان واقام الطامة الکبری علی القائل بالحرمة

او بالکراهة فانهما حکمان شرعیان لابد لهما من دلیل ولا دلیل علی ذلك فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له المنافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة وان فرض اضراره للبعض لایلزم منه تحریمه علی کل احد فان العسل یضر باصحاب الصفراء الغالبة وربما امرضهم مع انه شفاء بالنص القطعی و لیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالی باثبات الحرمة او الکراهة اللذین لابد لهما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی هو الاصل وقد توقف النبی صلی الله علیه وسلم مع انه هو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیه النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنه سواء کان ممن یتعاطاه او لا کهذا العبد الضعیف وجمیع من فی بیته ان یقول هو مباح لکن رائحته تستکرهها الطباع فهو مکروه طبعا لا شرعا الی اخر ما اطال به رحمه الله تعالی وهذا الذی یعطیه کلام الشارح هنا حیث اعقب کلام شیخه النجم بکلام الاشباه وبکلام شیخه العمادی وان کان فی الدر المنتقی جزم بالحرمة لکن لا لذاته بل لورود النهی السلطانی عن استعماله۔

مسئلہ (۲۱)

شرکت دو طرح کی ہے ایک شرکت املاک کہلاتی جیسے ایک شخص مرگیا اسکے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملاکر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی یا ایک شخص نے دو شخصوں کو کوئی چیز ہبہ کردی اسکا حکم یہ ہے کہ کسی کو کوئی تصرف بلا اجازت دوسرے شریک کی جائز نہیں **اصلاح** شرکت املاک میں ایک شریک کو دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنا مطلقاً ممنوع و ناجائز نہیں ہے بلکہ وہ تصرف ناجائز ہے جو دوسرے کو مضر و نقصان دہ ہو اسکے حصہ کو خراب و ناقص کردینے والا ہو ورنہ جائز در مختار میں ہے وکل من شرکاء الملك اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبه لعدم تضمنها الوکالة ردالمحتار میں اسکی تحت ہے احتراز عن غیر مضر کالانتفاع ببیت خادم وارض فی غیبته

فتویٰ اذان ثانی جمعہ بیرون مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی (۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے خلاف پڑجائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا (۵) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت وحدیث وفقہ ہوں (۶) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم دیا جائیگا یا نہیں

الجواب

نمبر (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ مسجد پر ہوتی تھی سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۱۵۶ میں ہے عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر یعنی جب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے

مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر دلوائی ہو اگر اسکی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسیقدر بین یدیہ کے ملنے درکار ہے۔

(۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے فتاوی قاضی خاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے فتاوی خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لایؤذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ ہو خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ کہیں فتاوی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان منع ہے بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لایؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اسپر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۷۷ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ پر یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لایؤذن فی المسجد علمائے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعۃ صفحہ ۴۱۴ ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اسلیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے

طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی نظم امام زندویستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہانتک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایا حاشیۂ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں لکھتے ہیں قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ہو الثانی یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اسقدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اُسکے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہیگا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اُسکے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں۔ بہرکیف اتنا امر انکے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے وللہ الحمد (۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیے (۵) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی منسک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰۔ المطاف ہو ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجدا تو حاشیۂ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اب مسجد جب بڑھا لیجائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کیلیے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہیگی ولہذا مسجد اگر بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائیگا جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں فتاویٰ قاضیخاں و فتاویٰ خلاصہ

وفتاوی عالمگیریہ صفحہ ۳۰۴ یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک ولا یصلی فیہ دیکھیں ہے لا یحفر فی المسجد بئر ما ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے ۲ بلکہ زائد دراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کیلیے مستثنےٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا اور اسیطرح شرح صدر و فتح القدیر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اسکی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیے ہوں تو اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اسپر اذان کہنا بالائے طاق پہلے ہی ثبوت دیجیے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز علمانے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیریگا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سی جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس کی مسجد میں اذان ہونا تھا اور ناجائز طور پر ہے تو اُس سے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں کہ نہ وہ علما ہیں نہ علما کے زیر حکم اور نہ کسی عاقل کے نزدیک اُنکا فعل حجت ہو سکتا ہے (۶) حوض کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اُسکی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتبہ

عفی عنہ
فقیر احمد رضا المعروف بحامد رضا خاں غفرلہ